الفرقان

یعنی

"مذاہبِ عالم پر نظر"

مارچ 1977ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

سالانہ اشتراک
پندرہ روپے
فی نسخہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

الوداعی پارٹی

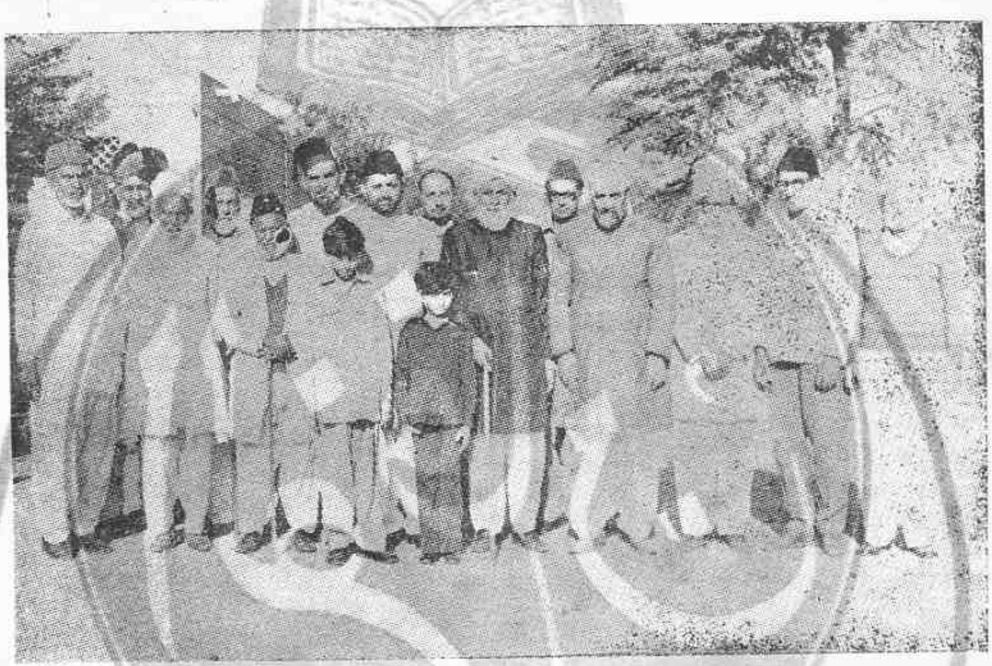

مبشر اسلام مکرم مولوی عطاءالکریم صاحب شاہد بی اے مبلغ لائبیریا
کے اعزاز میں دی گئی دعوت کے بعض اراکین

ماہنامہ الفرقان کی پچیس سالہ تقریب کا ایک منظر

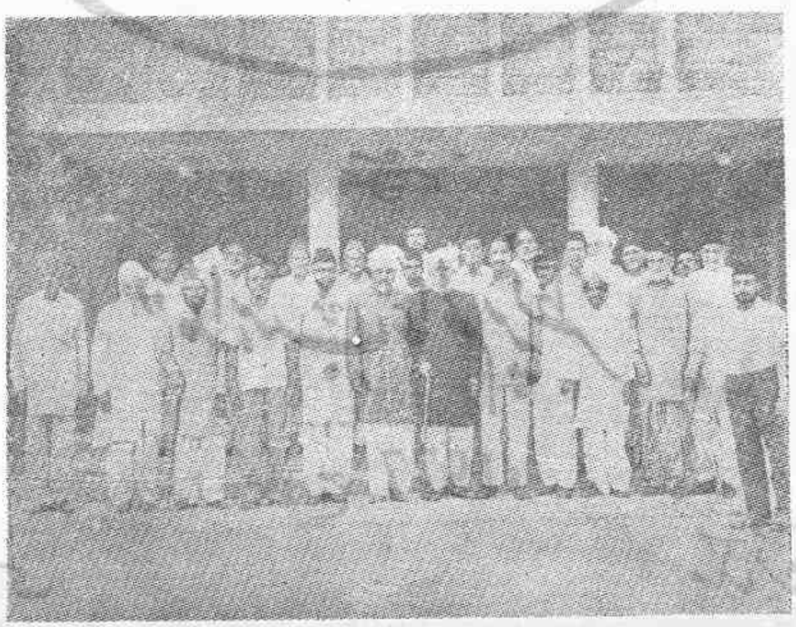

چند بزرگ احباب کے ساتھ محترم جناب لغاری صاحب مجسٹریٹ علاقہ بھی نظر آرہے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۷
شمارہ ۳

مجلہ **الفرقان** ربوہ
مارچ ۱۹۷۷ء

ربیع الاول ۱۳۹۷ھ
امان ۱۳۵۶ہش

ٹیلیفون ۱۹۲

مندرجات

• قرآن مجید اور انجیل کی تعلیمات پر نظر (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں)		صفحہ ۲
• شذرات	ایڈیٹر	۴
• مکتوب برطانیہ	جناب بشیر احمد خان رفیق لندن	۹
• ثناخوانِ رسولِ عربیؐ (نظم)	جناب چودھری شبیر احمد صاحب	۱۱
• مکتوب امریکہ	جناب میاں محمد ابراہیم صاحب مبلغ امریکہ	۱۲
• فضائل القرآن المجید (عربی نظم)	جناب مولوی محمد عثمان صاحب ایم اے	۱۳
• مکتوب جاپان	جناب مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے ٹوکیو	۱۴
• کبھی آپ آ کے دیکھو (نظم)	جناب عبد المنان صاحب ناہید	۱۵
• گردوں کی جبیں پر ہے چمکتا ہوا تارا	جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم مرحوم کی آخری نظم۔	۱۶
• سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت جلسوں کی پہلی عالمی تحریک۔	جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد	۱۷
• رُوح اور اس کی بعض کیفیات	جناب صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے	۳۴
• حضرت مسیح موعودؑ کے کلمات طیبات (اقتباس)		۳۹
• درس الحدیث (تربیتِ اولاد)	ابو العطاء	۴۰
• سورۃ الرحمٰن کا ترجمہ و مختصر تفسیر	جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل	۴۱
• اخبارات و رسائل پر نظر (چند مفید اقتباسات)		۶۵
• حیاۃ ابی العطاء (چند منتشر یادیں)	ابو العطاء	۶۷

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

اعزازی اراکین مجلس تحریر
صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ربوہ
خان بشیر احمد خان رفیق، لندن
مولوی عطاء المجیب صاحب راشد جاپان
مولوی دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

اعزازی مینجر
ملک محمد حنیف صاحب

بدل اشتراک
پاکستان : .. .. پندرہ روپے
دیگر ممالک : .. .. ملک ملاحظہ فرمائیں

فی نسخہ : ڈیڑھ روپیہ

موازنہ مسیحیت و اسلام

(۲)

قرآن مجید اور انجیل کی تعلیمات پر نظر

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الفاظ میں)

"قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے ..... قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سماء کو بھر دیا ......

قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ اُمید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے ......

قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھ اور بجز اس کے دیکھنا علال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ۔ نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہیئے کہ نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے ......

قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیو کہ مست ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی۔ ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی اور خدا تجھ سے ہمکلام نہیں ہو گا......

قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کے لئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر۔

قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر ایک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو بلکہ وہ کہتا ہے اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ۔ قرآن کا منشاء یہ ہے کہ ناپاک پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔

ؔ کتاب کشتی نوح سے قدرے اختصار کے ساتھ۔

پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور ان سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اس سے صادر ہوتے ہیں ..... تو تو اسے طلاق دے سکتا ہے۔

قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا بلکہ بے ہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے ......

اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (شوریٰ ع۴) یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی۔ تو خدا اس سے راضی ہے اور اسے اس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رُو سے نہ ہر یک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر یک جگہ عفو قابلِ تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہیئے ......

قرآن ہمیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن، تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہو گا تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ۔ اور چاہیئے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے۔ اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں ......

انجیل میں لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گھر ہے فتویٰ پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہیئے۔ پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنے والا قابلِ رحم ہے اور آسمان میں اس پر لعنت نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو لیکن اگر تمہارا کانشنس اس کو معذور نہیں ٹھہراتا اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اس کو لعنت سے آزاد نہیں کیا مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو ......"

(جاری ہے)

شذرات

(۱) لفظ مسیح کا اشتقاق

ماہنامہ الحق لکھتا ہے کہ :-

" لفظ مسیح - اس کا اشتقاق مَسَحَ سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور ہاتھ کو تر کر کے کسی شئے پر پھیرنے کے ہیں - اور مساحت سے بھی ہے جس کے معنے پیمائش کے ہیں اور سیاحت بھی اس کا مادہ ہو سکتا ہے " (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۵۳)

الفرقان - حضرت مسیحؑ کی سیاحت پر وہ حدیث بھی دال ہے جس میں لکھا ہے - اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عیسٰی اَنْ یا عیسٰی اَنْتَقِلْ مِنْ مَکَانٍ اِلٰی مَکَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذَی (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو بذریعہ وحی فرمایا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہیں تاکہ لوگ آپ کو پہچان کر اذیت نہ پہنچائیں۔

(۲) محفل میلاد میں تعظیمی قیام

صحیفہ اہلحدیث کراچی لکھتا ہے کہ :-

"محفل میلاد کے انعقاد میں مسلمان کسی حدیث یا آیت قرآنی کے پیرو نہیں ہیں مجلس مذکور میں رسول اللہ صلعم کا نام آتے وقت جو قیام تعظیمی دست بستہ کیا جاتا ہے وہ اس کے شرک ہونے کی پہلی دلیل ہے مگر مسلمانوں کی بلا سے . چاہے کفار کی مشابہت ہو، چاہے شرک و بدعت کا طوق گلے میں پڑے، مگر کسی طرح اپنے حلوے مانڈے اور ایک ایجادی و اختراعی امر کی بجاآوری میں ہرگز فرق نہ آئے . آہ ! فما اصبرھم علی النّار"

(پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی ۳ مارچ ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۳)

الفرقان . محبت کے ساتھ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ پر درود پڑھنا تو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے مگر اس میں بدعات کی صورت واقعی قابلِ اعتراض ہے۔

(۳) دعوتِ اسلام اور نرم و دل نشین گفتگو !

ہفت روزہ چٹان لاہور نے لکھا ہے کہ :-

"ماضی میں ہمارے اسلاف نے تبلیغ اسلام کا جو طریقہ اختیار کیا اپنے

زمانے اور طریقے کے مطابق وہ بالکل
درست تھا۔ آج دَور بدل چکا ہے آج
کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ ہم نے اپنی
منزل تک پہنچنا ہے اس لئے ہمیں بھی
اپنا ذہن بدلنا ہوگا، اپنا طریقہ تبدیل
کرنا ہوگا اور دعوتِ اسلام دیتے
وقت ہمیں موجودہ زمانے کے تقاضوں
کو پورا کرنا ہوگا۔ دعوت کے لئے
بنیادی بات نرم و دل نشین گفتگو ہے۔"
(ہفت روزہ چٹان یکم مارچ ۱۹۷۶ء)

الفرقان ۔ اے کاش! علماء بھی اس بات کو سمجھیں اور اپنائیں۔ ان کی کرختگی اور سخت زبانی خود نوجوان مسلمانوں کو اسلام سے دُور لے جا رہی ہے۔

(۴) شیعوں اور سُنّیوں کے علیحدہ علیحدہ پنجتن

شیعی رسالہ معارفِ اسلام لاہور لکھتا ہے کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک
کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "خلافتِ
محمدیہ"۔ اس میں لکھتے ہیں شیعوں کے
پنجتن رسولِ خدا، علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ
و حسینؑ۔ پھر لکھا ہے سُنّیوں کے پنجتن
رسولِ خدا، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ۔"
(ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۹)

الفرقان ۔ یہ اقتباس غور و تدبّر کے لئے پیش ہے۔

(۵) مولوی کو کون گھاس ڈالے گا؟

مدیر صحیفہ اہلحدیث کراچی لکھتے ہیں کہ:۔

"اخبارات کی اس خبر نے ہمارا سارا
نشہ کافور کر دیا کہ فلمی اداکار محمد علی،
سنتوش کمار اور سدھیر اور زیبا سلطانہ بھی
انتخاب لڑیں گے۔ اس نشہ کے کافور ہونے
کی وجہ آپ حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں
کہ ان فلمی اداکاروں کی موجودگی میں
مولوی کو کون گھاس ڈالے گا۔"
(پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث ۵ فروری ۱۹۷۷ء صفحہ ۳)

الفرقان ۔ آپ کا نشہ تو کافور ہو گیا مگر مولویوں کا نشہ کافور نہیں ہوا۔ گھاس ملے نہ ملے وہ سیاست سے چمٹے رہیں گے۔

(۶) کلمہ میں تدریجی ارتقاء؟

ماہنامہ معارفِ اسلام لکھتا ہے کہ:۔

"ابتداء میں صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
تھا پھر محمدٌ رسول اللہ ہوا۔ لا الٰہ
الا اللہ کہنے سے مشرک ہونے سے بچ گیا
اور بعد ازاں محمدٌ رسول اللہ کہنے
سے کافر نہ رہا۔ اسی طرح اس کے بعد
ولایتِ امیرالمومنینؑ کا اقرار کرنے سے
صاحبِ ایمان ہو گیا۔ مومن کامل

بن گیا۔" (ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور فروری ۱۹۷۶ء صلہ)

الفرقان ۔ اس دعوے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ دعویٰ بلا دلیل قابلِ قبول نہیں ہوتا۔

(۷) جہاد کے بارے میں شیوخ صوفیاء کرام کا مذہب

رسالہ فیض الاسلام راولپنڈی لکھتا ہے کہ :-

"صوفیائے کرام میں سے بعض شیوخ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اہلِ حق جماعت کو ضرور سیاسی غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ جہاد سے تلوار کو نکال دیتے ہیں اور "یجاھدون فی سبیل اللّٰہ" کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ بڑی محنت سے نیک عمل کرتے ہیں۔ وہ جہاد کو تب ہی جہاد مانتے ہیں کہ کفار مسلمانوں کے ملک پر ملک گیری کی نیت سے نہیں بلکہ اسلام کی عداوت میں حملہ آور ہوں۔"

(ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی اکتوبر ۱۹۷۶ء صلہ)

الفرقان ۔ اسلامی جہاد کے متعلق یہی نظریہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے مطابق ہے۔

(۸) بیداری میں رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اہلحدیثوں کا اخبار الاسلام لکھتا ہے کہ :-

"اوّل تو نبی علیہ السلام کو آپ کی وفات کے بعد کسی نے بھی آپ کو بیداری کی حالت میں نہیں دیکھا۔ جن چند صوفیوں کا خیال ہے کہ وہ آپ کو بحالتِ بیداری یا کسی خوشی پر دیکھتے ہیں تو سراسر غلط اور شیطانی ہتھکنڈہ ہے۔" (ہفت روزہ الاسلام لاہور ۱۸ فروری ۱۹۷۷ء صہ)

الفرقان ۔ یہ انکار روحانیات سے محض بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے۔ بیداری میں رؤیتِ نبوی کو محال قرار دینے کے لئے کوئی برہان پیش کرنا چاہیئے۔ اُمت کے صدہا صلحاء اس بارے میں صاحبِ تجربہ ہیں۔

(۹) حضرت خاتم الانبیاء کے نبی الانبیاء ہونے کی عملی صورت ۔

ماہنامہ الحق لکھتا ہے کہ :-

"ضرورت تھی کہ آپ کے نبی الانبیاء ہونے کا عملی بالذات ظہور ہو جس کی ایک صورت حدیثِ معراج میں آپ کی امامتِ انبیاء علیہم السلام کی شکل میں ہوئی اور دوسری عملی صورت یہ ہوئی کہ آپ سے قریب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ تک زندہ رکھ کر نبی ہونے کے باوجود اُمتی کی پوزیشن میں خدمتِ دینِ محمدی کے لئے آسمان سے نازل فرمانا طے کیا گیا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جملہ انبیاء علیہم السلام سابقین کے نمائندہ کے طور پر شرعِ محمدی کی خدمت و نصرت عملی رنگ میں انجام دیں اور حضور

کے نبی الانبیاء کے عہدہ کو نمایاں کردیں"۔
(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
بابت ماہ جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۵)

الفرقان۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی نبی الانبیاء (نبیوں کے شہنشاہ) ہیں اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہی معنے ہیں۔ معراج کے واقعہ میں آپ کو امام الانبیاء بنایا گیا۔ اب ضروری تھا کہ آپ کی قوتِ قدسیہ کے طفیل آپ کی اُمت میں سے کسی کو مقامِ نبوت پر سرفراز کیا جائے اور اُمتی نبی قرار پائے۔ ذرا بھی تدبر کیا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کو جو پہلے سے نبی ہیں اُمتی بنا دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی الانبیاء ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اس کی صورت تو یہی ہے کہ آپ کا اُمتی مقامِ نبوت کو پائے اور آپ کا اُمتی نبی قرار پائے۔

(۱۰) ربوہ گاؤں میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا بارہ برس تک قیام!

صحیفہ اہلحدیث کراچی میں لکھا ہے کہ:۔

"ربوہ کسی گاؤں کا نام ہے۔ وہاں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ایک حضرت مریم کی چچی کا بیٹا تھا یہ تینوں بارہ برس تک رہے"۔
(پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی
۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۴)

الفرقان۔ یہ عبارت صحیفہ اہلحدیث کراچی نے حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی کی کتاب "ترجمۃ القضاء" صفحہ ۳۱ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ عبارت قابلِ غور ہے اور مزید تحقیق کرنی ضروری ہے کہ ربوہ گاؤں کہاں ہے؟

(۱۱) پاکستان کی اسمبلی کیسی ہونی چاہیئے؟

علماء نے اپنی انتخابی تقریروں میں کہا ہے کہ:۔

"ہم عوام کو نیکوکار، پڑھے لکھے لوگوں کی اسمبلی دیں گے۔ اللہ سے ڈرنے والا وزیر اعظم دیں گے۔ ہر رکن اسمبلی کو حلف اُٹھانا پڑے گا کہ وہ شراب نہیں پیئے گا۔ بدکاری نہیں کرے گا"۔
(ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۴ فروری
۱۹۷۷ء صفحہ ۱)

الفرقان۔ کیا اس سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا فیصلہ کرنے والی اسمبلی کے اراکین پر ان کے نزدیک زد تو نہیں پڑتی؟

(۱۲) مولویوں کی باہمی انتہائی گندہ زبانی

ہفت روزہ اہلحدیث لکھتا ہے کہ:۔

"مولانا فاخر شاہ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ وہابی اور دیوبندی کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اولاد نہیں دے سکتے ہم ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے ہاں بھیجو، ان کو اولاد مل جائے گی (ماہنامہ

فاران جولائی ۱۹۷۶ء صلا۳) یہ مولوی فاخرشاہ
وس بازار کی اولاد سے معلوم ہوتا ہے۔
الف ننگے بے حیا۔" (ہفت روزہ اہلحدیث
لاہور ۱۹ رنومبر ۱۹۷۶ء ص۷)

الفرقان۔ احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں فتنہ پردازی اور گندہ دہانی کی پیشگوئی کی گئی تھی جو پوری ہوگئی ہم یہ اقتباس محض نقلِ کفر کفر نباشد کے طور پر درج کر رہے ہیں۔

(۱۳) خاتم الانبیاء اور خاتم المصائب

ماہنامہ معارف اسلام لکھتا ہے:۔
"خود فرمایا مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ کَمَا اُوْذِیْتُ۔ کسی بھی نبی نے اتنے صدمے اور اذیتیں نہیں اٹھائیں جتنے کہ میں نے۔ گویا سرورِ انبیاءؐ نے سب پیغمبروں کے مجموعہ مصائب کو اللہ کی راہ میں صبر و شکر سے برداشت کیا۔ یہ مصائب، امتحان اور آزمائشیں ہوا کرتی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام بڑے بڑے امتحانوں میں ڈالے گئے اور اپنے اپنے مرتبے اور شان کے مطابق ابتلاء میں مبتلا رہے۔ خاتم الانبیاء تو خاتم المصائب بھی ہیں۔" (معارف اسلام لاہور جنوری ۱۹۷۶ء ص۶)

الفرقان۔ خاتم المصائب کے معنے ہوئے جس پر سب سے بڑھ کر اور شدید ترمصیبتیں وارد ہوئیں تو خاتم الانبیاء کے معنے ہوں گے جس پر نبوت کے انعامات سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ تر نازل ہوئے۔

(۱۴) خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کا قیام

ماہنامہ طلوع اسلام لاہور میں پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔
"ہمارے سامنے کام کرنے کا یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاجِ رسالت کا سلسلہ قائم کیا جائے جو اُمت کو احکام و قوانینِ خداوندی کے مطابق چلائے۔ اس نظام کی بلند ترین اتھارٹی کو مرکزِ ملت کہا جائیگا اور اس کی طرف سے جاری شدہ احکام کی اطاعت، خدا اور رسول کی اطاعت کے قائم مقام قرار پائے گی۔"
(طلوع اسلام مارچ ۱۹۷۶ء ص۶)

الفرقان۔ کیا پہلے خلافت علیٰ منہاج رسالت آپ لوگوں نے قائم کی تھی؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ نے قائم کی تھی۔ اس نے سورہ نور ع۷ میں اپنے وعدہ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ کے مطابق پہلے بھی خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کی تھی اب بھی وہی قائم کر سکتا ہے —— خلافت علیٰ منہاج رسالت قائم ہو جانے پر اس کا مصداق خلیفہؓ برحق کہلائیگا نہ کہ "مرکزِ ملت" —— دینِ اسلام میں کسی قسم کی لفظی و معنوی تحریف کا پرویز صاحب کو حق نہیں ہے۔
چونکہ خلیفہ خدا بناتا ہے اسلئے اسکی اطاعت خدا و رسولؐ کی اطاعت ہوتی ہے۔ پرویز صاحب کی بنائی ہوئی اتھارٹی کو یہ مقام نہیں مل سکتا۔

عالمِ اسلام کیلئے لمحۂ فکریہ

مکتوبِ برطانیہ

جناب خان بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن کے قلم سے

انگلستان میں ان دنوں "پیغام" (THE MESS-AGE) نامی ایک فلم کی نمائش ہو رہی ہے جس کو دیکھنے کے لئے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں انگلستان کے مضافات سے لندن آ رہے ہیں۔ اور لندن سے چھپنے والے اردو اخبارات میں فلم کی افادیت پر یہاں تک بھی لکھا گیا ہے کہ اس فلم کے ذریعہ کئی لوگوں نے اسلام کو قبول کر لیا ہے وغیرہ۔ یہ فلم مصطفےٰ عکاظ نامی ایک مسلمان نے لیبیا اور دیگر عرب ممالک کے اشتراک اور تعاون سے تیار کی ہے۔ ابتدائی اعلان میں فلم کا نام "محمد رسول اللہ" رکھا گیا تھا لیکن بعد میں مسلمانوں کے دباؤ کے نتیجہ میں اس کا نام بدل کر "پیغام" رکھ دیا گیا۔ مصطفےٰ عکاظ کے کہنے کے مطابق فلم بنانے سے قبل انہوں نے الازہر سے یہ فتویٰ حاصل کر لیا تھا کہ اگر فلم مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کو نہ دکھایا جائے تو اس فلم کے بنانے اور اس کو دکھائے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ کویت، مراکو اور لیبیا کے اشتراک اور تعاون سے مصطفےٰ عکاظ نے فلم بنانی شروع کی۔ اس فلم کی تیاری پر ۸۰ لاکھ پونڈ کی رقم خرچ ہوئی۔ اس فلم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے لے کر فتح مکہ تک کے حالات دکھلائے گئے ہیں۔ صحابہ کبار میں سے حضرت حمزہؓ، حضرت زید بن حارثؓ اور حضرت بلالؓ دکھائے گئے ہیں۔ ابوسفیان، ہندہ اور دیگر چند لوگ بھی دکھائے گئے ہیں۔

جب یہ فلم انگلستان میں نمائش کے لئے ریلیز ہوئی تو مسلمان جوق در جوق اس کو دیکھنے کے لئے جانے لگے اور مبالغہ آمیز رنگ میں اس پر تبصرے اردو اور انگریزی اخبارات میں ان کی طرف سے شائع ہوئے۔ کئی خطوط جو مسلمانوں نے اخبارات کے ایڈیٹرز کو لکھے ان میں یہ بھی لکھا کہ فلم بہت اچھی، موثر اور ایمان افروز ہے لیکن ایک کمی جو محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دکھایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

قطع نظر اس کے کہ فلم میں کئی تاریخی واقعات غلط دکھائے گئے ہیں اور حضرت بلالؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ اور [illegible] ایسے رنگ میں دکھایا گیا ہے کہ ان سے فلم دیکھنے [illegible] کوئی خاص محبت پیدا نہیں ہوتی بلکہ جو محبت اور

عقیدت تصور کی آنکھ سے ہمارے دلوں میں پہلے سے موجزن ہے اس میں کافی کمی آجاتی ہے۔

اصل خدشہ جس کی طرف کسی نے بھی ابھی تک توجہ نہیں کی یہ ہے کہ اس فلم کے ذریعہ ایک ایسا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور مسلمانانِ عالم کو ایک ایسے راستہ پر چلا دیا گیا ہے کہ آہستہ آہستہ ان کی کیفیت بھی فلم بینی کے لحاظ سے ویسے ہی ہو جانے کا اندیشہ ہے جیسے عیسائی حضرات کو یسوع مسیح کی فلمیں دیکھ دیکھ کر ہو چکی ہے یعنی انتہائی بے حسی اور مذہب سے بیزاری اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات پر کیچڑ اچھالنے میں خوشی محسوس کرنا۔

ابتداء میں جب عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں فلمیں بنائی تھیں وہ نہایت اچھی تھیں اور اس کے متعلق بھی اسی قسم کے تعریفی کلمات سننے میں آتے تھے جیسے آج کل MESSAGE فلم کے متعلق مسلمانوں کے منہ سے سننے میں آ رہے ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ اور تدریجی طور پر مذہب کا دشمن عنصر اس بات میں کامیاب ہو گیا کہ اب مغرب میں حضرت مسیح کی جنسی زندگی تک پر ایسی فلمیں بننی شروع ہو گئی ہیں جن کے تصوّر سے ہی ایک مسلمان کا دل کانپ اٹھتا ہے کہیں نعوذ باللہ ان فلموں میں ان کو ہم جنس پرست دکھایا جاتا ہے اور کہیں نامرد۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور کوئی ایسا گند نہیں جو آپ پر ان فلموں کے ذریعہ نہیں اچھالا جا رہا۔ لندن کے ایک تھیٹر میں حضرت مسیح کے بارے میں ایک ڈرامہ پچھلے دو سال سے چل رہا ہے۔ جس کا نام Jesus Superstar ہے اس میں ان کو ایک Hippy کے انداز میں دکھایا گیا۔ وغیرہ

تو گویا ابتداء عیسائیوں نے بھی اچھی فلموں سے کی تھی لیکن انتہا غلاظت اور ان مقدس اور پاک کیا زخدا تعالیٰ کے رسولوں پر کیچڑ اچھالنے اور ان کی پاک مطہر اور قابلِ نمونہ زندگی کو سراخلاقی عیب سے داغدار کرکے ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ تو درست ہے کہ یہ فلم THE MESSAGE ایک مسلمان نے تیار کی ہے اور حتی الوسع تاریخ کو صحیح رنگ میں پیش کیا ہے لیکن ساتھ ہی ایک دروازہ یہ بھی کھول دیا ہے کہ اگر کوئی متعصب عیسائی یا یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی غلط اور خود ساختہ تاریخ پر مشتمل کوئی فلم تیار کرے تو ان مسلمانوں کے پاس جو اس فلم کے حق میں رطب اللسان ہیں اس فلم کو رد کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوگی کیونکہ غیر مسلم بجا طور پر یہ سوال کر سکیں گے کہ اگر آپ اپنی تاریخ کے مطابق اپنے نبی کی زندگی پر فلم بنانے میں حق بجانب ہیں تو ہم کیوں نہیں؟ اور یہ دروازہ ایک دفعہ غلط رنگ میں کھلنا شروع ہوا تو خدا جانے کہاں بند ہوگا۔ میرے تو اس تصوّر سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ خدانخواستہ ہم میں بھی وہی زہر سرایت نہ کر جائے جو عیسائیوں میں حضرت مسیح پر رطب و یابس پر مشتمل فلمیں بنا کر سرایت کر چکا ہے۔

پس اصل سوال یہ نہیں ہے کہ "The Message" نامی فلم اچھی ہے یا بُری ہے۔ تاریخی ہے یا غیر تاریخی ہے بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ یہ دروازہ جو غیر مسلموں کے ذریعہ گند اور خرابی کی طرف بھی کھل سکتا ہے اب مسلمانوں نے کھول کر دشمنانِ اسلام کے لئے اپنے خبثِ باطن کے اظہار کے لئے موقع فراہم کر دیا ہے۔

O

ثنا خوانِ رسولِ عربی

محترم جناب چودھری شبّیر احمد صاحب بی اے واقفِ زندگی

اے مسیحا اے ثنا خوانِ رسولِ عربیؐ
تجھ سے ظاہر ہوئی پھر شانِ رسولِ عربیؐ

صدقِ دل سے تو ہوا عاشقِ محبوبِ خدا
ہاتھ میں تیرے ہے دامانِ رسولِ عربیؐ

کیوں نہ قربان ہمارے دل و جاں ہوں تجھ پر
تیرا ہر ذرّہ ہے قربانِ رسولِ عربیؐ

تو نے ہر طالبِ اعجاز کو دعوت دی ہے
آیئے دیکھیے قرآنِ رسولِ عربیؐ

پھر ثریّا سے تو لے آیا ہے قرآنِ مجید
تو ہی لاریب ہے سلمانِ رسولِ عربیؐ

کارواں منزلِ مقصود کی جانب ہے رواں
اس میں ہے تو ہی حُدی خوانِ رسولِ عربیؐ

ملتجی ہے ترا شبّیر غلاموں کا غلام
ڈھانپ لے اس کو بھی دامانِ رسولِ عربیؐ

مکتوبِ امریکہ

محترم حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب مدظلکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کل الفرقان کا سالنامہ بابت نومبر/دسمبر ۱۹۷۶ء ملا اور حسبِ معمول شام تک صفحہ اول سے لیکر آخر تک پڑھ کر اشتیاق اور دلچسپی کے تقاضوں کو پورا کیا۔ ماشاء اللہ سالنامہ مطبوعہ مقاصد و اغراض کو بدرجۂ غایت پورا کر رہا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

صفحہ ۱۵ پر ایک دینی دعائیہ تقریب" پڑھ کر میرے ذہن میں ڈیٹن کے میئر James H. McGee کے متعلق گزشتہ ہفتہ کے اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبر مستحضر ہو گئی کہ اگر میئر مگھی نے منظور کر لیا تو انہیں لائبیریا (مغربی افریقہ) میں امریکہ کا سفیر بنا کر بھجوایا جائیگا جہاں عزیز محترم عطاء الکریم صاحب شاہد اسلامی سفیر بن کر پہنچ چکے ہیں۔ مسٹر مگھی نہایت صاف اور فراخدل انسان ہیں۔ جن کی لیاقت اور ہر دلعزیزی مسلّم ہے جب حضور ڈیٹن تشریف لائے تھے۔ تو میئر مگھی اگرچہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کی مجبوری کی وجہ سے ائیرپورٹ پر تشریف نہ لا سکے بلکہ حضور کے اعزاز میں دی گئیں دیگر استقبالی تقاریب میں بالخصوص عشائیہ میں اپنی بیگم کے ساتھ (جو اسی وقت حضرت بیگم صاحبہ کے اعزاز میں عورتوں کی طرف سے دی گئی دعوت میں عورتوں کی مجلس میں شریک ہوئی تھیں) موجود تھے۔ اور بہت دیر تک حضور کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ میئر مگھی خاکسار سے بھی بڑی محبت سے پیش آتے ہیں اور خاکسار کی درخواست پر ایک دو مرتبہ مسجد میں بھی تشریف لا چکے ہیں۔

یہ تو ہمارے شہر کے نمبر ایک شہری ہیں، دوسرے نمبر پر سٹی کمشنر [illegible] J. [illegible] ہیں جنہیں حضور کی ڈیٹن میں آمد پر ramp (جہاز کی سیڑھی) پر حضور کی خدمت میں چابی پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگر میئر مگھی نے سفارت کا عہدہ قبول کر لیا تو مسٹر کرن کے میئر مقرر ہونے کے امکانات روشن ہیں۔ چابی پیش ہونے کی تقریب کے ذکر میں مرکز سلسلہ میں شائع ہونے والے اخبارات و رسائل میں چابی کی پیشکش State Representative' C. J. McLin سے منسوب ہو رہی ہے جو یوں تو ڈیٹن کے ہی باشندہ ہیں لیکن ہیں اوہایو سٹیٹ کے سینیٹر۔ چونکہ چابی ڈیٹن شہر کی طرف سے پیش ہو رہی تھی اس لئے اپنے عہدہ کے اعتبار سے وہ مسٹر کرن نے ہی پیش کی۔ مسٹر میکلن نے اپنے طور پر مخلصانہ انداز میں حضور کے ریاست اوہایو میں تشریف لانے کی نسبت سے خوش آمدید کہا تھا۔ ان کے ساتھ دیگر معززین میں مسٹر سیکملی تھے۔ جو اسسٹنٹ سٹی منیجر ہیں۔ منیجر یہاں پاکستان میں ایڈمنسٹریٹر کے مترادف ہے۔ ان امریکی گورے اور کالے معززین نے حضور کی بین الاقوامی اور روحانی شخصیت کی اقدار کو پہچانا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر بھی پایا۔ مجھے ذاتی طور پر اکبر لین ذوقی انداز میں اس بات کو یاد کر کے خوشی ہوتی ہے کہ حضور کے تشریف لیجانے کے معاً بعد ہی یہ خبر آئی کہ میئر مگھی، ان امریکہ بھر کے ۲۷ میئرز میں شامل ہوں گے جو عنقریب شہری زندگی کے متوازی پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کے لئے روس جا رہے ہیں سرکاری طور پر۔ اور اس کے بعد اب سفارت کا اعزاز معمولی اعزاز نہیں۔ اسی طرح مسٹر میکلن حالیہ انتخابات میں دوبارہ بھاری اکثریت سے منتخب ہو کر State Representative مقرر ہو گئے اور اب مسٹر سیکملین کے سٹی منیجر ہونے کا انتظار ہے۔

(خاکسار۔ میاں محمد ابراہیم۔ ۹ جنوری ۱۹۷۷ء)

فَضَائِلُ الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ

محترم جناب محمد عثمان الصدیقی۔ ایم اے۔ ربوہ

يَا حَبَّذَا يَا حَبَّذَا الْقُرْآنُ — بِهُدَاهُ لَاقَى رَبَّهُ الْإِنْسَانُ

فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا إِذَا عَمَّ الْغَوٰى — إِيَّاهُ أَنْزَلَ لِلْهُدٰى الرَّحْمٰنُ

بِنُزُولِهِ التَّوْحِيْدُ قَامَ وَكُسِّرَتْ — عَنْ أَصْلِهَا الْأَصْنَامُ وَالْأَوْثَانُ

قَدْ بَيَّنَ الْقُرْآنُ كُلَّ حَقِيْقَةٍ — وَلِذَاكَ مِنْ أَسْمَائِهِ التِّبْيَانُ

هُوَ قَوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَإِنَّهُ — بِتَمَامِهِ الْعِرْقَانُ فَالْعِرْفَانُ

هُوَ جَامِعٌ لِشَرَائِعٍ مِّنْ قَبْلِهِ — وَلَهُ عَلَيْهَا قَدْ تَسَامَى الشَّأْنُ

بِاللّٰهِ بِالْقُرْآنِ وُصْلَتُنَا فَقَطْ — وَبِهِ بِحَضْرَتِهِ لَنَا الْقُرْبَانُ

هُوَ آخِرُ الْكُتُبِ وَأَكْمَلُ كُلِّهَا — وَنَجَاتُنَا الْآنَ بِهِ الْإِيْمَانُ

فِي رَدِّ كُفْرٍ إِنَّهُ السُّلْطَانُ — وَلِقَمْعِ شِرْكٍ إِنَّهُ الْبُرْهَانُ

أَوْفٰى عَلٰى بَحْرٍ لَّهُ الْفَيَضَانُ — وَازْدَادَ مِنْ شَمْسٍ لَّهُ اللَّمَعَانُ

كَالْكَعْبَةِ الْقُرْآنُ لِي وَلِحُبِّهِ — لِي حَوْلَهُ كَالْهَائِمِ الطَّوْفَانُ

هُوَ نُوْرُ عَيْنِيَّ وَرَاحَةُ مُهْجَتِي
وَبِمُهْجَتِي إِنِّي لَهُ الْقُرْبَانُ

٥

مکتوبِ جاپان

مجاہدِ جاپان مولوی عطاء المجیب صاحب راشد کا سفری حالات پر مشتمل مختصر مکتوب

امید ہے کہ میرا گزشتہ خط مل گیا ہوگا جو میں نے جلدی جلدی میں ٹوکیو سے روانہ ہونے سے قبل آپ کی خدمت میں لکھا تھا اس کے ساتھ الفرقان کے لئے مکتوب جاپان بھی تھا۔ اب یہ خط سفر کے دوران KYUSHU سے لکھ رہا ہوں جو جاپان کے چار بڑے جزائر میں سے ایک ہے اور رقبہ کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ تین چار روز اس علاقہ میں گزر گئے ہیں۔ پرسوں شام کو ناگاساکی کے شہر میں پہنچا تھا جو اپنی المناک داستان کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ کل وہاں ایک دوست کے ساتھ سارا دن ایٹم بم کی تباہ کاری سے متعلقہ یادگاریں اور عیسائی اثر و نفوذ کے مشاہدات میں گزرا۔ صبح سے شام تک برفباری ہوتی رہی اور اسی حالت میں سیر بھی جاری رہی۔ بہرصورت قیام اور سیر پُرلطف رہی۔ دو راتیں وہاں قیام کرنے کے بعد آج صبح وہاں سے روانہ ہوا اور مختلف چھوٹے چھوٹے جزیروں میں سے گذرتے ہوئے مناظرِ قدرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اور کہیں جگہ جگہ لوگوں سے اسلام کے متعلق بات چیت کرتے ہوئے اب اس وقت ایک جگہ AKUNE پہنچا ہوں۔ یہ اصل KYUSHU جزیرہ کا حصہ ہے۔ آج کا سفر کار میں شروع ہوا۔ پھر سمندری جہاز میں پھر دوبارہ بس میں، پھر سمندری کشتی میں، پھر کار میں اور اب اس جگہ سے آگے ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے KAGOSHIMA جانے کا ارادہ ہے۔ اس وقت رات کے آٹھ بجنے والے ہیں۔ سٹیشن سے ٹکٹ خرید کر اس وقت ایک تری ہوٹل میں کھانے کے لئے آیا ہوا کھانے کا انتظار کر رہا ہوں اور اس عرصہ میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد گاڑی میں سوار ہوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سفر ہمیشہ ہی بے شمار معلومات اور تجربات کا موجب ثابت ہوتا ہے۔ اس سفر میں بھی یہی کیفیت جاری ہے۔ لوگوں کے حسنِ سلوک اور ہمدردی کا دل پر خاص اثر ہے۔ جگہ جگہ اسلام کا تذکرہ کرنے سے دل میں نشاط اور خوشی کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے جاپانی بولنے کے قابل بنا دیا ہے۔ اس کا لطف، برکت اور سہولت قدم قدم پر محسوس ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی توفیق ملتی ہے۔ جاپانی زبان کے بغیر تو اس ملک میں سفر اور کسی سے بات چیت کی بہتے ہی مشکل ہے۔ میرے لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ مشکل آسان کر دی ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ زبان پر پورا عبور عطا کرے۔ آمین!

باقی مفصل پھر۔ دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھیں!

والسلام۔ آپ کا محتاجِ دعا بیٹا۔ عطاء المجیب راشد

۲۹-۱۲-۶۷

کبھی آپ آ کے دیکھو کبھی دیکھ لو، تو جانو

جناب عبدالمنان صاحب ناہید

غمِ عشق کیا بلا ہے تمہیں عشق ہو تو جانو
نہیں سہل رنج سہنا کبھی تم سہو تو جانو

مری داستاں سُنی ہے مرے دشمنوں سے تم نے
جو اسے مری زباں سے کبھی تم سُنو تو جانو

مرے دل پہ جو بھی گزری مرا دل ہی جانتا ہے
نہیں ٹیس اُٹھے تو سمجھو تمہیں درد ہو تو جانو

تمہیں کیا خبر زمانہ کہاں چل کے جا چکا ہے
شب و روز سونے والو کبھی جاگ اُٹھو تو جانو

تمہیں کیا بتائیں کیا ہے اثر ہوائے ربوہ
جو تم اُس فضا میں آ کر کبھی سانس لو، تو جانو

یہی خاکِ پاک آخر ہوئی کیمیا سے بہتر
اسے آزما کے دیکھو مرے دوستو تو جانو

نہ سُنو سُنی سُنائی مرے دشمنوں کی باتیں
کبھی آپ آ کے دیکھو کبھی دیکھ لو، تو جانو

○

گردوں کی جبیں پر ہے چمکتا ہوا تارا

جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم مرحوم

محترم تسنیم صاحب مرحوم کی یہ نظم ہمیں "فردوسی" کو موصول ہوئی۔ فروری کا شمارہ تیار ہو چکا تھا۔ مورخہ ۱۲ فروری کو جناب تسنیم صاحب اچانک رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس لحاظ سے یہ نظم جناب تسنیم غفر اللہ لہٗ کی آخری نظم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین! (ایڈیٹر)

گردوں کی جبیں پر ہے چمکتا ہوا تارا
یا الٰہی کوئی منزلِ حق کا ہے پجارا

نکلا ہے مبلّغ کوئی تبلیغ ضیا کو
دی جس نے ہر اک چیز پہ تقدیم خدا کو

ٹپکا ہے اک آنسو کسی زاہد کی نظر سے
سجدہ میں اٹھی تازہ لبی اللہ کے ڈر سے

یا مردِ مجاہد کوئی جنگل میں کھڑا ہے
کس سوچ میں ہے بیچارہ خدا جانے کھڑا ہے

اٹھا ہے تہجّد کے لئے کوئی نمازی
استادہ ہے پہرے پہ کوئی بندۂ غازی

درویش کوئی قادیاں نگری سے چلا ہے
ربوہ کی زیارت کے لئے راہ گرا ہے

منّادِ محبّت کا ہے فردوس سے آیا
بندوں کے لئے نور کا پیغام ہے لایا

اسلام کا افریقہ میں آیا ہے پیامی
دیتا ہے کھڑا صبحِ ہدایت کو سلامی

یا ہے دلِ بےتاب کسی مردِ خدا کا
ٹکرا ہے کوئی آئینۂ صدق و صفا کا

یا پھول کھلا ہے کوئی جنّت کی فضا میں
پھینکا ہے کسی حور نے یا ہیرا ہوا میں

شب خیزوں کی امّید کا خوش رنگ سہارا
گردوں کی جبیں پر ہے چمکتا ہوا تارا

سیرت النبی صلعم کے بابرکت جلسوں کی پہلی عالمی تحریک

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کے قلم سے

برکات تذکرۂ رسول صلعم اور مہدی موعود علیہ السلام

مارچ ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ کسی صاحب نے بانی جماعت احمدیہ حضرت مہدی موعودؑ کی خدمت میں جلسہ مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا کہ حضور اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا:۔

"آنحضرتؐ کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرے کی ترغیب دی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل واقع ہو وہ جائز نہیں...... اگر بدعات نہ ہوں تو پھر تو وہ ایک واعظ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، پیدائش اور وفات کا ذکر موجب ثواب ہے۔"

(البدر ۲۷ مارچ ۱۹۰۳ء)

نیز فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کو حرام کہنا بڑی بے باکی ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع خدا تعالیٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا اور اس کی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔"

(الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء بحوالہ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۱۲-۲۱۱)

اگلے سال مجلس مولود کے متعلق دوبارہ حضورؑ سے بذریعہ مکتوب استفسار کیا گیا جس کے جواب میں حضورؑ نے اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا کہ:۔

"میرا اس میں یہ مذہب ہے کہ مصالح اعلاءِ کلمۂ اسلام و تذکرۂ نبوی کی نیت سے کوئی ایسا جلسہ کیا جائے کہ جس میں سوانح مقدسہ نبویہؐ کا ذکر ہو اور نہایت خوبی اور فصاحت و بلاغت سے اس تقریر کو سنایا جائے کہ کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور کس طرح بے سامانی کی حالت میں تمام قوموں کے جور و جفا اٹھا کر بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہو گئے اور کیسی خدا تعالیٰ نے اپنے اس مقبول بندے کی تائیدیں کیں۔ اور آخر کس

طور سے اس کو مشارق و مغارب میں پھیلا دیا اور اسی تقریر میں اور ہر ایک محل میں کچھ کچھ نظم بھی ہو۔ اور پُر درد اور مؤثر بیان ہو اور درمیان میں کثرت درود شریف کی سامعین کی طرف سے ہو۔ کوئی علّت اور بدعت درمیان نہ ہو۔ تو ایسا جلسہ نا جائز نہیں بلکہ میری نظر میں موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اس میں یہ نیت کی گئی ہے کہ تا سوانحہ مقدسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ طور پر لوگوں کو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرکت دی جائے اور تا ان پر عظمت اس انسانِ کامل اور مرد فانی فی اللہ کی کھول دی جائے جس نے دنیا میں تنہا آکر اور تمام دنیا کو شرک اور غفلت میں گرفتار پا کر بڑی جوانمردی سے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہر ایک قوم میں توحید کی صدا بلند کی اور ہر ایک کان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز پہنچا دی۔ غرض سوانحہ نبویہؐ کو خوش آوازی سے لوگوں پر ظاہر کرنا حقیقی مومن کا فرض ہے وہ مومن ہی کا ہے کا جس میں سوانح نبویہؐ کی عزّت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہی جلسہ اظہار سوانح مجلس مولود ہے اس جلسہ اظہار سوانح میں درحقیقت بڑے بڑے فوائد ہیں۔ ان سوانح کے سننے سے محبانِ رسولؐ کا وقت خوش ہو گا اور ہر ایک مرد طالب جب ان سوانح کے ذریعہ محبت اور صدق اور استقامت کے کام سنے گا تو اس کو بھی محبت اور صدق اور استقامت کی طرف شوق بڑھے گا اور اس کی طرف طلب زیادہ ہو گی اور مسلمان کہلا کر جو کچھ دین کی راہ میں کسل اور ضعف اور بزدلی رکھتا ہے سوانح نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سن کر خوش ہو گا اور اپنے اسلام پر افسوس کرے گا اور خدا تعالیٰ سے چاہے گا کہ جس نبی کی اقتداء کا اس کو دعویٰ ہے اس کی سرگرمی اور اس کا عشق اور اس کی ہمدردی اس کو بھی نصیب ہو۔ اور جس طرح ایک شخص جو ایک جنگل میں اکیلا بیٹھا ہو اور درندوں اور دوسری بلاؤں سے ڈر رہا ہو ناگاہ اس کو ایک قافلہ نظر آیا۔ جس میں صدہا سپاہی ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ شخص اس قافلے کو پا کر کس طرح قوی دل ہو جائے گا ایسا ہی سوانحہ طیبہ نبویہؐ ایک لشکر مسلح کی مانند ہے۔ جن کے سننے سے دل قوی ہو جاتا ہے اور تخویفات شیطانی سے نجات ملتی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ عند ذکر الصالحین تتنزّل الرحمۃ یعنی ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت کس قدر نازل ہوں گی۔ ہاں اس جلسہ کو بدعات سے محفوظ رکھنا چاہیئے تا بجائے ثواب کے گناہ پیدا نہ ہو صرف سوانحہ نبویہؐ کا ذکر ہو اور درود شریف اور تسبیح ہو اگر کسی قسم کا شرک یا کسی قسم کی بدعات درمیان ہوں تو یہ ہرگز جائز نہیں لیکن جو میں نے ذکر کیا ہے وہ نہ صرف جائز بلکہ میری نگاہ میں ضروریات سے ہے۔

(الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ بحوالہ فتاوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵)

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں حضورؑ کے عہدِ مبارک سے ہی ملک بھر میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتوں میں آنحضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح حُسن و احسان، جمال و جلال اور محاسن و کمالات کے تذکروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سیرتِ رسولؐ کا مشترکہ پلیٹ فارم

حاجی الحرمین حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے دوسرے سال (۱۳۲۷ھ ہجری مطابق ۱۹۰۹ء عیسوی) مشرقِ وسطی کے عرب ممالک میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا مقدس دن ہے "عید المولود النبوی الانور" کے نام سے منایا جائے۔ اس تحریک کی بازگشت برصغیر اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی سنائی دی۔ اور مسلمانانِ ہند نے پہلی بار ۱۳۲۸ھ ہجری مطابق ۱۹۱۰ء میں عید میلاد النبیؐ منائی اور مسلمانوں کے تعلیم یافتہ بزرگوں نے متفقہ جلسے کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر پُرزور تقریریں کیں، اور بعض مسلمان اخبارات نے اس تقریب کی خوشی میں رنگین ایڈیشن بھی شائع کئے (اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۲۱ مرتبہ منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور) جس کے بعد احمدی علماء اور مقررین کو غیر احمدی انجمنوں کی طرف سے خاص طور پر مدعو کیا جانے لگا۔ اس طرح سیرتِ رسولؐ کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم قائم ہو گیا جس میں خلافتِ ثانیہ کے مبارک زمانہ میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو گئی اور جماعت احمدیہ کے قابلِ احترام مبلغین اور فاضل مقررین نے برصغیر کی بہت سی انجمنوں کے سٹیج سے عشقِ رسولؐ میں ڈوبی ہوئی تقریریں کیں اور فضا کو درود شریف کے انوار و برکات سے معطر کیا اور فضا خاتم النبیین اور رسولِ عربیؐ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد عالمِ اسلام کی نازک حالت

پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے بعد دنیا کا سیاسی، دینی اور معاشرتی مطلع یکسر بدل گیا اور ملّتِ اسلامیہ کی کشتی ترکی سلطنت کی شکست کے نتیجہ میں ہچکولے کھانے لگی اور عرب دنیا جو ایک سیاسی وحدت کے ساتھ منسلک اور وابستہ چلی آرہی تھی اپنوں اور بیگانوں کی سازش سے چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئی۔ مستشرقینِ یورپ جو برسوں سے باقاعدہ ایک منصوبہ اور مخصوص ذہن اور فکر کے ساتھ اسلام اور بانیٔ اسلام رسولِ عربی (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم پر شرمناک تنقید کرتے چلے آرہے تھے۔ ایک نئے عزم اور نئے پروگرام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر حملے کرنے لگے۔

اس جنگ میں اتحادیوں کی فتح نے یورپ کے دشمنِ اسلام ذہن پر کیسا زہریلا اثر ڈالا؟ اس کا ایک نمونہ ایک فرانسیسی مصنف "اینڈری سرویئر" (ANDRE SERVIER) کی کتاب سے ملتا ہے جس کا نام ہے "ISLAM AND THE PSYCHOLOGY OF THE MUSULMAN." (اسلام اور مسلمان کی نفسیات) اس رسوائے عالم کتاب کا انگریزی ایڈیشن ۱۹۲۴ء میں لندن سے چیپمین اینڈ ہال لمیٹڈ (CHAPMAN AND HALL LTD.) نے شائع کیا جو اس وقت میرے سامنے ہے۔ مصنف کے آخری باب اور اختتامی الفاظ ملاحظہ ہوں کہ کس طرح سیّد المطہرین صلی اللہ

علیہ وسلّم اور اسلام کے خلاف بُغض و عناد مستشرق کے رگ و ریشہ میں رچا ہوا اور قلب و رُوح پر مستولی ہے۔ لکھا ہے:۔

"اسلام ہمارا دشمن ہے۔ اس لئے نہیں کہ یہ
ہمارے فلسفیانہ نقطۂ نگاہ سے بالکل مختلف
مذہبی عقیدہ ہے بلکہ اس لئے کہ وہ ہر قسم کی ترقی
اور ہر قسم کے ارتقاء کے آگے سدِّ راہ اور رکاوٹ ہے"

(ترجمہ۔ صفحہ ۲۶۲)

"اسلام ایک پیغام مرگ ہے جس کی رُوح
جسم سے جُدا نہیں اور جس کا ہر عمل ایک جامد
قانون سے بندھا ہوا ہے۔ یہ ہر قسم کی تبدیلی،
ترقی اور ارتقاء کا دشمن ہے"

(ترجمہ۔ صفحہ ۲۷)

ناموسِ رسُولؐ کیلئے مُسلمانانِ ہند کا اجتماع

پہلی جنگِ عظیم کے بعد جہاں یورپ کے دانشوروں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ تیز کر دیا وہاں برصغیر کے ہندوؤں اور آریوں نے پہلے انتہائی چالاکی سے محض مسلمانوں کی وحدت اور طاقت کو ہندو کانگریس کی مضبوطی اور استحکام میں اضافہ کے لئے ہندو مسلم اتحاد کے دلفریب مظاہرے کئے مگر جلد ہی مسلمان زعماء پر اصل حقیقت بے نقاب ہو گئی اور پھر رسالہ ورتمان اور کتاب "رنگیلا رسول" جیسی شر انگیز گندی اور نہایت پرلے درجے کی غلاظت و خباثت سے بھری ہوئی تحریریں بدزبان اور بے لگام آریہ سماجیوں نے شائع کر کے اسلامی ہند کے غیور مسلمانوں کی غیرت کو للکارا اور ملک بھر میں آگ لگ گئی جس پر متحدہ ہندوستان کے مسلمان اپنے فروعی اختلافات کو بھول کر ناموسِ رسولِ عربیؐ کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار، پروانوں کی طرح شمعِ محمدیؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ رئیس الاحرار پیکرِ حریت مولانا محمد علی جوہرؔ نے مسلمانانِ ہند کے اس روح پرور اتحاد کے نظارہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے اخبار "ہمدرد" میں تحریر فرمایا:۔

"امیر، غریب، عوام، خواص،
وہابی، بدعتی، قادیانی، اہل قرآن،
سب کے سب آج صرف کلمہ گو تھے اور
ناموسِ رسُولؐ کے محافظ"

("محمد علی"۔ ذاتی ڈائری کے چند اوراق۔ مصنف مولانا عبد الماجد دریا آبادی ۱۹۵۴ء۔ صفحہ ۲۱)

سیرت النبیؐ کی عالمی تحریک کا آغاز

ایک عارفِ ربانی نے سچ فرمایا ہے:۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ اند

بالکل یہی صورت ۱۹۲۸ء میں پیش آئی کہ عین ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان سے لے کر یورپ تک اسلام کے خلاف آگ بھڑکائی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قلبِ مطہر پر "سیرت النبیؐ" کے بابرکت جلسوں کے دنیا بھر میں انعقاد کی ایک منظم اور ہمہ گیر عالمی تحریک کا القاء فرما دیا۔

اس سلسلہ میں اوّل تو حضورؓ نے جماعت احمدیہ کو خصوصاً اور باقی دنیائے اسلام کو عموماً اس طرف توجہ دلائی کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان وجودوں

میں ایسے ہیں جن کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

سورج کے چڑھنے کی دلیل کیا ہے؟ یہی کہ سورج چڑھا ہوا ہے۔ کوئی پوچھے اس بات کی کیا دلیل ہے کہ سورج چڑھا ہوا ہے تو اسے کہا جائے گا دیکھ لو سورج چڑھا ہوا ہے۔ تو کئی ایسے وجود ہوتے ہیں کہ اُن کی ذات ہی اُن کا ثبوت ہوتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات انہی وجودوں میں سے ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس وقت تک جو انسان پیدا ہوئے یا آئندہ پیدا ہوں گے وہ سب کے سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیچے ہیں اور آپ سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ایسے انسان کی زندگی پر اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اس کی زندگی کو بگاڑ کر ہی کر سکتا ہے یعنی بگاڑے ہوئے حالات سے وہی متأثر ہو سکتا ہے جسے صحیح حالات کا علم نہ ہو...... رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر اسی طرح حملے کئے جاتے ہیں۔ ایسے حملوں کے اندفاع کا بہترین طریق یہی نہیں ہے کہ ان کا جواب دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کو توجہ دلائیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات خود پڑھیں اور ان سے صحیح طور پر واقفیت حاصل کریں۔ جب وہ آپؐ کے حالات پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ آپؐ کی ذات نور ہی نور ہے اور اس ذات پر اعتراض کرنے والا خود اندھا ہے۔"

(الفضل ۴ مئی ۱۹۲۸ء صفحہ ۵ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ اپریل ۱۹۲۸ء)

دوسری جگہ حضرت امام جماعت احمدیہ سیدنا محمودؓ نے تحریک ہندوستان میں جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کے ایک دائمی اور اپنی نوعیت کے سب سے پہلے عالمی نظام کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا:

"لوگوں کو آپؐ پر (یعنی آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ ناقل) حملہ کرنے کی جرأت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپؐ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالاتِ زندگی اور آپ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔ جب کوئی حملہ کرتا ہے تو یہی سمجھ کر کہ دفاع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ واقف کے سامنے اس لئے کوئی حملہ نہیں کرتا کہ وہ دفاع کر دیگا۔ پس ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے بہترین طریق یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے اور ہر سال خاص انتظام کے ماتحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے تاکہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہو جائیں۔"

(الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۲۸ء صفحہ ۲)

وسیع پروگرام

اس اہم قومی و ملّی مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے ایک

وسیع پروگرام تجویز فرمایا جس کے اہم پہلو مندرجہ ذیل تھے:۔

اوّل: ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سوانح میں سے بعض اہم پہلوؤں کو منتخب کر کے ان پر خاص طور سے روشنی ڈالی جائے۔ ۱۹۲۸ء کے پہلے سیرۃ النبیؐ کے جلسے کے لئے آپ نے تین عنوانات تجویز فرمائے (۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنی نوع انسان کے لئے قربانیاں۔ (۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی (۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا پر احسانات۔

دوم: ان مضامین پر لیکچر دینے کے لئے آپ نے سالانہ جلسہ ۱۹۲۷ء پر ایسے ایک ہزار فدائیوں کا مطالبہ کیا جو لیکچر دینے کے لئے آگے آئیں تا انھیں مضامین کی تیاری کے لئے ہدایات دی جاسکیں اور وہ لیکچروں کے لئے تیار کئے جاسکیں جلسوں کے اثرات سے قطع نظر صرف یہی بہت بڑا اور غیر معمولی کام تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر روشنی ڈالنے والے ہزار لیکچرار تیار کر دیئے جائیں۔

سوم: سیرت النبیؐ پر تقریر کرنے کے لئے آپ نے مسلمان ہونے کی شرط اڑا دی اور فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات سب دنیا پر ہیں اس لئے مسلمانوں کے علاوہ وہ لوگ جن کو ابھی تک یہ توفیق تو نہیں ملی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس تعلق کو محسوس کرسکیں جو آپ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تھا مگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی قربانیوں سے بنی نوع انسان پر بہت احسان کئے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں۔ ان کی زبانی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا ذکر زیادہ دلچسپ اور زیادہ پیارا معلوم ہوگا پس اگر غیر مسلموں میں سے بھی کوئی اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کریں گے تو انھیں شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا اور ان کی اس خدمت کی قدر کی جائے گی۔"

(الفضل ۱۰؍جنوری ۱۹۲۸ء صـ۲)

چہارم: غیر مسلموں کو سیرت رسولؐ کے موضوع سے وابستگی کا شوق پیدا کرنے کے لئے یہ اعلان کیا گیا کہ جو غیر مسلم اصحاب ان جلسوں میں تقریریں کرنے کی تیاری کریں گے اور اپنے مضامین ارسال کریں گے ان میں اوّل۔ دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والوں کو علی الترتیب سو، پچاس اور پچیس روپے کے نقد انعامات بھی دیئے جائیں گے۔" (الفضل ۵؍جون ۱۹۲۸ء صـ۱)

وسیع تیاری

حضورؓ نے اس عظیم الشان پروگرام کے شایان شان جماعت، احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کو تیاری کرنے کی طرف بار بار توجہ دلائی اور اس بارے میں کئی اہم مشورے دیئے۔ مثلاً اصل جلسوں کی اہمیت بتانے کے لئے مختلف محلوں میں جلسے کریں۔ جلسہ کی صدارت کے لئے بارسوخ اور سربرآوردہ لوگ منتخب کئے جائیں جلسہ گاہ کا ابھی سے مناسب انتظام کریں اسی طرح جلسہ کے لئے منادی اور اعلان کے متعلق ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور یہ ذمہ اٹھائیں کہ وہ اپنے ماحول میں تین تین گاؤں میں جلسے منعقد کرائیں گے (الفضل ۴ مئی ۱۹۲۸ء صـ۸)

لیکچراروں کی فراہمی کا مسئلہ

اس ضمن میں مشکل ترین کام یہ تھا کہ ملک کے عرض و طول میں تقریر کرنے والے ایک ہزار لیکچرار مہیا اور تیار کئے جائیں شروع شروع میں یہ کام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کے سپرد فرمایا مگر ۱۴ مارچ ۱۹۲۸ء کو اس کی نگرانی صیغہ ترقی اسلام کے سیکرٹری چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے کے سپرد فرما دی (رپورٹ سالانہ صیغہ جات ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۰) جہاں تک لیکچرار تیار کرنے اور فراہم کرنے کا تعلق تھا اس کے لئے حضرت چوہدری صاحب نے یہ انتظام فرمایا کہ مجوزہ مضامین کے متعلق مفصل نوٹ تیار کرائے اور وہ (پانچ ہزار کی تعداد میں) طبع کرا کے لیکچراروں کو بھجوا دیئے جس سے ان کو بہت مدد ملی۔

الفضل کا شاندار خاتم النبیین نمبر

علاوہ بریں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر ادارہ الفضل نے پانچ روز قبل ۱۲ جون ۱۹۲۸ء کو ۲۲ صفحات پر مشتمل نہایت شاندار "خاتم النبیین نمبر" شائع کیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض اور دوسرے ممتاز بزرگانِ احمدیت علمائے سلسلہ اور احمدی مستورات کے علاوہ بعض مشہور غیر احمدی زعماء اور غیر مسلم اصحاب کے نہایت بلند پایہ مضامین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں متعدد نعتیں بھی شاملِ اشاعت تھیں۔ جن میں سے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رض کا "السلام اے حضور سید الانام" اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نظم "بھیجو درود اس محسن پہ تم دن میں سو سو بار۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار" کو اپنوں اور بیگانوں میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ "خاتم النبیین نمبر" سات ہزار چھاپا گیا جو چند روز میں ختم ہو گیا اور دوستوں کے اشتیاق پر دوبارہ شائع کیا گیا۔

قادیان میں جلسہ سیرت النبیؐ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کا خطاب

قادیان میں جہاں سے جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی پہلی عالمی تحریک کی پُرشوکت آواز اٹھی تھی۔ ۱۷ جون ۱۹۲۸ء کو بڑی شان و شوکت سے یوم سیرت النبیؐ منایا گیا۔ جس میں احمدی و غیر احمدی مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں نے بھی بڑی کثرت سے شرکت کی اور پروگرام کے مطابق پہلے ایک شاندار جلوس نکالا گیا اور پھر اس کے تین اجلاس تعلیم الاسلام ہائی سکول کے وسیع میدان میں منعقد کئے گئے۔ پہلے اجلاس میں جامعہ احمدیہ، مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے طلبہ کی تقریریں ہوئیں دوسرا اجلاس اکثر و بیشتر نعتیہ مشاعرہ سے مخصوص رہا۔ تیسرے اور آخری اجلاس میں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی رض کا معرکۃ الآراء لیکچر "دنیا کا محسن" کے عنوان پر ہوا۔ حضور رض نے اپنے روح پرور خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور رفعت نما سیرت، بے نظیر قربانیوں اور عدیم المثال احسانات پر نہایت روح پرور اور ولولہ انگیز انداز میں روشنی ڈالی اور آخر میں پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ وہ وجود ہے جسے آج دنیا بُرا بھلا کہتی ہے اور جس کے روشن وجود کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ تمام مذاہب کے سنجیدہ اور شریف آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور قربانیوں اور پاکیزگیوں کا علم حاصل

کر کے آپؐ کا ادب کرنا سیکھیں گے اور آپؐ کو بنی نوع انسان کا محسن سمجھ کر آپؐ کو اپنا ہی سمجھیں گے جس طرح کہ وہ اپنے قومی نبیوں کو سمجھتے ہیں اور مسلمان آپؐ کی زندگی کے حالات معلوم کر کے آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے اور اس عظیم الشان نعمت کی جو خدا تعالیٰ نے انہیں دی ہے ناشکری نہیں کریں گے اور دین کی طرف سے بے توجہی کی بجائے دین کے احکام پر عمل کرنے کی اور عیش و عشرت کی بجائے قربانی اور دنیا کے لئے مفید بننے کی پوری کوشش کریں گے۔"

(دنیا کا محسن۔ طبع سوم ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)

برصغیر کے طول و عرض میں یومِ سیرۃ النبیؐ

۱۷ جون ۱۹۲۸ء کو فقط قادیان ہی میں نہیں بلکہ برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ملک کے چپے چپے میں یوم سیرت النبیؐ منایا گیا۔ جلوس نکالے گئے۔ شاندار جلسے منعقد ہوئے اور مسلمانوں کے علاوہ دیگر اہل مذاہب نے بھی جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔ نعتیہ نظمیں پڑھیں۔ تقریریں کیں۔ مقالے سنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ اس مبارک تقریب پر ایک ہی دن میں شمالی ہند کے جن مشہور مقامات پر غالباً پہلی بار سیرت النبیؐ کے جلسوں کا انعقاد عمل میں آیا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

راولپنڈی، لاہور، کراچی، لائلپور، پشاور، کوئٹہ، ملتان، جہلم، سیالکوٹ، امرتسر، گجرات، ایبٹ آباد، شیخوپورہ، مری، گوجرانوالہ، جھنگ، منٹگمری، میانوالی، سانگلہ ہل، کھاریاں،

ان سب جلسوں کی مفصل رپورٹیں اخبار الفضل ۲۶ جون تا ۱۷ جولائی ۱۹۲۸ء کی متعدد اشاعتوں میں بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ ان مطبوعہ رپورٹوں کے سرسری مطالعہ سے ہی انسان ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے پورے ملک کو سیرت النبیؐ کے مقدس سٹیج پر جمع کر دیا اور ناموافق حالات اور انتہائی بے سروسامانی کے باوجود اپنے خلیفۂ برحق کی آواز میں ایسی بے پناہ برکت ڈالی کہ مسلمان، ہندو، عیسائی، جینی، سکھ اور آریہ سماجی اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت، بیش بہا احسانات اور عدیم المثال قربانیوں پر سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں لیکچر دیئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز گویا صورِ اسرافیل تھی جس نے صدیوں کی مردہ روحوں کو زندہ کر ڈالا۔

احمدی لیکچرار

اس مبارک تقریب پر مرکز احمدیت قادیان کی طرف سے قریباً (۵۰) پچاس احمدی لیکچرار ملک کے مختلف اجلاس سیرت میں شامل ہوئے۔ بعض ممتاز احمدی مقررین کے اسمائے گرامی درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحبؓ، (۲) مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری، (۳) مولوی محمد یار صاحب عارف، (۴) حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، (۵) حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ (۶) شیخ محمود احمد صاحب عرفانی (۷) قاضی محمد نذیر صاحب ملتانی، (۸) ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم

(۹) حضرت مولانا عبدالرحیم نیرؔ صاحب (۱۰) حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ (۱۱) پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم اے اسلامیہ کالج کلکتہ (۱۲) جناب بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور۔ (۱۳) حضرت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" قادیان (۱۴) مرزا عبدالحق صاحب پلیڈر گورداسپور۔ (۱۵) مولوی محمد صادق صاحب (۱۶) مولوی کرمداد صاحب دوالمیال (۱۷) مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل (۱۷) مولوی ظل الرحمٰن صاحب بنگالی (۱۸) مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری۔ (۱۹) حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب (۲۰) حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب (۲۱) حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری (۲۲) مولوی ابو البشارت عبدالغفور صاحب مولوی فاضل۔ (۲۳) ڈاکٹر شفیع احمد صاحب ایڈیٹر اخبار "زلزلہ" دہلی۔ (۲۴) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی (۲۵) مولوی ظہور حسین صاحب (۲۶) حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی (۲۷) ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم (۲۸) مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر (۲۹) قریشی محمد حنیف صاحب ارشد۔

غیر احمدی ممتاز شخصیتیں

دوسرے مسلمانوں میں سے تقریر کرنے والوں یا نظم پڑھنے والوں یا صدارت کرنے والوں میں کئی نمایاں شخصیتیں شامل تھیں مثلاً جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری۔ مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری، مولوی عبدالمجید صاحب قریشی اسسٹنٹ ایڈیٹر "تنظیم" امرتسر، مولوی صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محل لکھنؤ شاہ سلیمان صاحب پھلواری، شمس العلماء سید سبط حسن صاحب مولانا سید حبیب صاحب مدیر "سیاست" لاہور۔ مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی اے لاہور۔ سید معین الدین صاحب صدر الصدور امور مذہبی سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن، شیخ عبدالقادر صاحب ایم اے، خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نواب ذوالقدر جنگ بہادر ہوم سیکرٹری ریاست حیدرآباد دکن خان بہادر مخدوم سید صدرالدین صاحب ملتان۔ نواب سر عمر حیات خان صاحب ٹوانہ۔ نواب صدر یار جنگ ناظم امور مذہبیہ ریاست حیدرآباد۔ خواجہ سجاد حسین صاحب بی اے (خلف الرشید شمس العلماء مولوی الطاف حسین صاحب حالیؔ) مسٹر محمود سہروردی صاحب ممبر کونسل آف اسٹیٹ دہلی۔

غیر مسلم اصحاب

مسلمانوں کے علاوہ ہندو، سکھ، عیسائی، اور جینی اصحاب نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت، بیش بہا قربانیوں اور عدیم النظیر احسانات کا ذکر کیا اور نہ صرف ان جلسوں میں بخوشی شامل ہوئے بلکہ کئی مقامات پر انہوں نے ان کے انعقاد میں بڑی مدد بھی دی، جلسہ گاہ کے لئے اپنے مکانات دیئے ضروری سامان مہیا کیا سامعین کی شربت وغیرہ سے خدمت کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بڑے بڑے معزز اور مشہور لیڈروں نے جلسوں میں شامل ہو کر تقریریں کیں چنانچہ لاہور کے جلسہ میں لالہ بہاری لال صاحب آنند ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج اور لالہ امرناتھ صاحب چوپڑہ بی اے ایل ایل بی نے، دہلی کے جلسہ میں رائے بہادر لالہ پارس داس آنریری مجسٹریٹ اور لالہ گردھاری لال صاحب تھے انبالہ میں مشہور کانگرسی لیڈر لالہ دونی چند صاحب بی اے ایل ایل بی نے تقاریر کیں۔ مسٹر الیس کے جیشر چارچند سید پور ڈنگلم

کے جلسہ کی اور مشہور لیڈر مسٹر ایس جے سردیال سنگھ نانک نے چاندپور کے جلسوں کی صدارت کی۔ بابو نیکا چندر سین صاحب بابو مکتیا رسینا بھوش صاحب، بابو للت موہن صاحب برہمن بڑیہ کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ بنگال کے معزز لیڈر مسٹر پی سی رائے صاحب کلکتہ کے جلسہ کے صدر تھے اور ڈاکٹر ایچ ڈبلیو بی مارو (باموریٹیر) صاحب اینگلو انڈین کمیونٹی کے مشہور لیڈر، بنگال کے لیڈر بابو بپن چندر پال صاحب مشہور بنگالی مقرر مسٹر بیرا کھر دکھا چکر اورتی صاحب نے کلکتہ کے جلسہ میں بہت دلچسپ تقریریں کیں۔ رنگپور کے جلسہ میں بدھن رنگھن لاہری ایم اے بی ایل صاحب (مشہور بنگالی پلیڈر) نے ایک فصیح تقریر کی۔ مدراس میں وہاں کے مشہور اخبار جسٹس کے قابل ایڈیٹر صاحب نے جلسہ کی صدارت کی اور نہایت پرزور تقریر کی۔ بانکی پور میں مسٹر پی کے سین صاحب بیرسٹر سابق جج ہائیکورٹ پٹنہ اور بابو بلدیو سہائے صاحب ممبر لیجسلیٹو کونسل نے تقریریں کیں۔ بھاگلپور میں مشہور ہندو لیڈر بابو اننت پرشاد صاحب وکیل نے جلسہ کی صدارت کی۔ الہ آباد میں آنریبل سر جے ایس نیپال [illegible] ممبر کونسل آف سٹیٹ کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔ بنگلور میں مسٹر سے سپیت گری راؤ صاحب ایم اے نے تقریر کی۔ حیدر آباد دکن کے جلسہ کے لئے راجہ نرکشن پرشاد صاحب نے نعتیں بھیجیں۔ بہاؤ نگر کاٹھیاواڑ کے جلسہ میں جناب کیسو رائے صاحب بی اے بی ٹی نے تقریر کی جو کاٹھیاواڑ میں ایک ممتاز علمی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ سینکڑوں غیر مسلم معززین اور غیر مسلم تعلیم یافتہ خواتین بھی جلسوں میں شریک ہوئیں اور [illegible] سب نے بڑے حسن عقیدت سے رسول پاک [illegible] کے متعلق اپنی عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا۔ ایسا روح پرور نظارہ چشم فلک نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔

مجموعہ تقاریر کی اشاعت

اس موقعہ پر جن معزز غیر مسلم اصحاب نے تقریریں فرمائیں اگر وہ سب کی سب قلمبند ہو جاتیں تو ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر سکتی تھیں مگر افسوس ان کو بروقت ضبط تحریر میں نہ لایا جا سکا۔ بہت سے غیر مسلم اصحاب اپنی عدیم الفرصتی کے باعث اپنے مضامین مرتب کر کے بروقت نہ بھجوا سکے۔ تاہم جماعت احمدیہ کا مرکزی اشاعتی ادارہ (بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان) ایک قیمتی مجموعہ تقاریر شائع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس مجموعہ کا نام تھا "دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں" یہ مجموعہ بڑی تقطیع کے ۱۲۸ صفحات پر پھیلا ہوا تھا اور اس میں مندرجہ ذیل ۳۰ غیر مسلم اصحاب کی تقاریر شامل تھیں:-

(۱) سردار تیجا سنگھ صاحب سعد اللہ پور (۲) رائے بہادر لالہ پارس داس صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی، (۳) لالہ جگت رام صاحب [illegible] جالندھر۔ (۴) گیانی کرتار سنگھ صاحب کاریانی (۵) پنڈت مہر چند صاحب لدھیانہ (۶) لالہ روپ چند صاحب کپور آنریری پرچارک شلوک سبھا گان سرہند (۷) پنڈت گیانند دیو شرما صاحب شاستری گورکھپور (۸) لالہ لعل دین صاحب [illegible] مقیم (منٹگمری) (۹) سردار جسونت سنگھ صاحب ورما۔ رامپور ضلع ہوشیارپور (۱۰) بابو اننت پرشاد صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل و رئیس شہر بھاگلپور۔

غیر مسلم مقالہ نویسوں کے لئے انعامات

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہترین مقالہ لکھنے والے غیر مسلم مضمون نگاروں کو انعامات بھی دیئے گئے۔ چنانچہ درجہ اول کا انعام رائے بہادر لالہ پارس داس صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی کو، درجہ دوم کا انعام گیانی کرتار سنگھ صاحب ساکن گکھڑ ضلع گجرات کو، اور درجہ سوم کا انعام لالہ بھگت رام صاحب فیروز پور چھاؤنی کو ملا۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۰۷، ۲۰۹)

ممالک بیرون میں عالمگیر جلسے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی مقدس تحریک پر ہندوستان کے علاوہ سماٹرا، آسٹریلیا، سیلون، ماریشس، ایران، عراق، عرب، دمشق (شام) حیفا (فلسطین)، گولڈ کوسٹ (غانا)، نائیجیریا، جنجہ، ممباسہ (مشرقی افریقہ) اور لندن میں بھی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے منعقد ہوئے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے عالمگیر لیول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں محبت و عقیدت کے ترانے گائے گئے۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۹ء صفحہ ۶)

برصغیر کے مسلم پریس میں غیر معمولی چرچا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اٹھائی ہوئی تحریک کے خارق عادت اور حیرت انگیز اثرات نے ملک بھر کے مسلم و غیر مسلم دینی و سیاسی اور عام اور خاص سب حلقوں کو انگشت بدنداں کر دیا۔ خصوصاً اسلامی پریس نے ان بابرکت جلسوں کے وسیع نتائج کا دل کھول کر تذکرہ کیا۔ بطور نمونہ چند رسائل و اخبارات کے تاثرات درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

اخبار "کشمیری" لاہور

اخبار "کشمیری" لاہور (۲۸ جون ۱۹۲۸ء) نے "۱۷ جون کی شام" کے زیر عنوان یہ تبصرہ لکھا:۔

"مرزا بشیر الدین محمود احمد (جماعت احمدیہ قادیان کے خلیفۃ المسیح) کی یہ تجویز کہ ۱۷ جون کو آنحضرت صلعم کی پاک سیرت پر ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ میں لیکچر اور وعظ کئے جائیں۔ باوجود اختلاف عقائد کے نہ صرف مسلمانوں میں مقبول ہوئی بلکہ بے تعصب امن پسند صلح جو غیر مسلم اصحاب نے ۱۷ جون کے جلسوں میں عملی طور پر حصہ لے کر اپنی [illegible] کا [illegible] فرمایا۔ ۱۷ جون کی شام [illegible] ہندوستان کے ایک ہزار سے زیادہ مقامات پر بیک وقت و بیک ساعت ہمارے برگزیدہ رسول کی حیات اقدس، ان کی عظمت، ان کے احسانات، و اخلاق اور ان کی سبق آموز تعلیم پر ہندو، مسلمان اور سکھ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ اگر اسی قسم کے لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے تو مذہبی تنازعات و فسادات کا فوراً انسداد ہو جائے۔"

۱۷ جون کی شام صاحبانِ بصیرت و بصارت کے لئے اتحادِ بین الاقوام کا بنیادی پتھر تھی۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے [illegible] اخلاق بیان کر کے ان کو ایک عظیم الشان ہستی اور کامل انسان ثابت کر رہے تھے بلکہ بعض لیکچرار تو بعض متعصب معترضین کے اعتراضات کا جواب بھی بدلائلِ قاطع دے رہے تھے۔

آریہ صاحبان عام طور پر نفاق و فساد کے بانی مانے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ یہی گروہ آنحضرت ؐ کی مقدس زندگی پر اعتراض کیا کرتا تھا لیکن ۱۷ جون کی شام کو پانی پت، انبالہ اور دوسرے مقامات میں چند آریہ اصحاب نے بھی حضورؐ کی پاک زندگی کے مقدس مقاصد پر دلنشیں تقریریں کر کے بتلا دیا کہ اس فرقہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا ادب و احترام اور اُن کی تعلیمات کے فوائد کا اعتراف کر کے اپنی بے تعصبی اور امن پسندی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔"

۱۷ جون کی مبارک شام کو جن مقامات پر ہندو اور سکھ اصحاب نے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں پڑھیں یا جلسوں کی صدارت کی یا اہلِ جلسہ کے لئے شربت کی سبیلیں لگائیں یا اپنی تقریروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پاکیزہ تعلیم اور اُن کے اعلیٰ اخلاق و فضائل کی وجہ سے دنیا کا سب سے بڑا محسن ظاہر کیا ان میں مقامات ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:۔

مردان، پانی پت، بہاول نگر، مونگیر، حیدر آباد دکن، لاہور، امرتسر، دہلی، کبیر والا (ملتان)، قلعہ شیخ قدر (سرحد) میانی، ڈیرہ دون، بانکی پور، سہسرام، گورداسپور، کھاریاں، امراؤتی، دھرگ (سیالکوٹ) دھرم کوٹ بگہ۔

اخبار "الوحید" کراچی

سندھی زبان کے روزنامہ اخبار "الوحید" نے اپنی ۲۰ جون کی اشاعت میں لکھا:۔

"مورخہ ۱۷ جون ۱۹۲۸ء شام کو ایک شاہی میٹنگ زیرِ صدارت مسٹر عبدالرحمان خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء پریذیڈنٹ ینگ مسلم ایسوسی ایشن منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور حضور انور کے اسوۂ حسنہ پر تقریریں کی گئیں۔ میٹنگ کا افتتاح تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ اس کے بعد کراچی کے مشہور و معروف شاعر ڈاکٹر صدیقی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں نہایت موزوں نظم پڑھی۔ جناب صدر نے اپنی صدارتی سبق آموز تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں بیان فرمائی اس کے بعد شیخ غلام احمد صاحب، مولانا فوق العین صاحب، مولانا اسرار الحق صاحب، الوطنی منشی سردار جگت سنگھ صاحب جنرل کلاتھ ڈیلر اور مولوی فضل الہی صاحب حنیف نے عالمانہ اور قابلانہ تقریریں فضائلِ نبوی پر فرمائیں۔ جلسہ میں معززینِ شہر کثرت سے

تشریف فرما تھے ...... حاضرین مجلس جلسہ کی کاروائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مطہر زندگی کے مقدس حالات کا ذکر خیر سن کر بہت محظوظ ہوئے۔"

"اردو اخبار" ناگپور

اردو اخبار ناگپور (۵ رجولائی ۱۹۲۸ء) نے "جماعت احمدیہ کی قابلِ قدر خدمات" کی سرخی دے کر مندرجہ ذیل نوٹ لکھا:۔

"جماعت احمدیہ ایک عرصہ سے جس سرگرمی سے اسلامی خدمات بجا لا رہی ہے وہ اپنے زریں کارناموں کی بدولت محتاجِ بیان نہیں ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک میں جس عمدگی کے ساتھ اس نے تبلیغی خدمات انجام دیں اور دے رہی ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ اسی کا کام ہے پچھلے دنوں جبکہ یکایک شدھی کا ایک طوفانِ عظیم امنڈ آیا تھا اور جس نے ایک دو آدمیوں کو نہیں بلکہ گاؤں کے گاؤں مسلمانوں کو متاثر بنا کر مرتد کر دیا تھا یہی ایک جماعت تھی جس نے سب سے پہلے سینہ سپر ہو کر اس کا مقابلہ کیا اور وہ کچھ خدمات انجام دیں اور کامیابی حاصل کی کہ دشمنانِ اسلام انگشت بدندان رہ گئے اور ان کے بڑھے ہوئے حوصلے پست ہو گئے یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ جس ایثار و انہماک سے یہ مختصر سی جماعت اسلام کی خدمات انجام دے رہی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اور بلا شبہ اس کے یہ تمام کارنامے تاریخی صفحات پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ پچھلے دنوں اس کی یہ تحریک کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ۱۷ر جون کو ہندوستان کے ہر مقام پر عام مجمع میں جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہوں، تقریریں کی جائیں۔ جس کے لئے اس نے صرف تحریک ہی پیش نہیں کی بلکہ صدہا روپے بھی خرچ کر کے مقررین کے لئے ہزارہا کی تعداد میں لیکچرز طبع کرا کر مفت تقسیم کئے اور جس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۷ر جون کو مسلم اور غیر مسلم دونوں جماعتوں نے شاندار جلسے کر کے سیرتِ نبوی صلعم پر کمال حسن و خوبی سے اظہار خیالات کئے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ اگر اس تحریک پر آئندہ بھی برابر عمل کیا گیا تو یقیناً وہ آیا کئے چلے جو آج یار غیر مسلم اقوام ذاتِ فخر موجودات پر کرتی رہتی ہیں ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں گے اور وہ ناگوار واقعات جو آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اس مبارک تحریک کی بدولت نیست و نابود ہو جائیں گے ...... ہم اس شاندار کامیابی پر حضرت امام جماعت احمدیہ مدظلہ کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ آپ کی اس مبارک تحریک نے مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک مرکز پر کھڑا کر کے اتحاد کا عجیب و غریب سبق دیا ہے۔"

اخبار "مشرق" گورکھپور

اخبار "مشرق" گورکھپور (۲۱ر جون ۱۹۲۸ء) نے لکھا:۔

"ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہیگی اس لئے اس تاریخ میں اعلیحضرت آقائے دو جہاں سردارِ کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں

مسلمانوں کے ہر فرقہ نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اول درجے پر ہمارا شہر رہے ...... جن اصحاب نے اس موقعہ پر تفرقہ و فتنہ پردازی کیلئے پوسٹر لکھے اور تقریریں لکھ کر ہمارے پاس بھیجیں وہ بہت احمق ہیں جو ہمارے عقیدے سے واقف نہیں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پر ایمان رکھے وہ ناجی ہے۔ بہر حال ۱۷ جون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد کو مبارکباد دیتے ہیں اگر شیعہ و سنّی اور احمدی اسی طرح سال بھر میں دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں گے تو پھر کوئی قوّت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کرسکتی۔"

"مخبر" اودھ

اخبار "مخبر" اودھ نے "انسانِ اعظم حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت پر شاندار لیکچر" اور "ہندوستان میں جلسے" کے دوہرے عنوان سے ایک مفصل مضمون شائع کیا جس میں لکھا:-

"دورِ حاضرہ کے مسلمانوں میں جماعتِ احمدیہ ایک پرجوش جماعت ہے جس کے زبردست لیکچراروں کی آواز یورپ سے امریکہ تک گونج رہی ہے علاوہ بریں ہر موقعہ پر معترضینِ اسلام کی تسلّی کرنے کو آمادہ رہتی ہے اس طبقہ نے بحث و مباحثہ کے فن میں بہتریں خدمات انجام دیئے ہیں اور علمِ کلام میں جو عظیم الشّان تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ ان سے کسی انصاف پسند کو انکار نہیں۔ کچھ دنوں سے غیر اقوام کے مقررین اور جرائد و رسائل نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق اپنے جلسوں میں ایسے حالات بیان کرتے ہیں جن کا مستند تواریخ میں پتہ نہیں۔ اور اپنے اخبارات میں ان غلط روایات پر الٹی سیدھی رائے زنی کرتے ہیں جن سے سیرتِ نبوی کا لٹریچر ناآشنا ہے جماعت احمدیہ نے اس بات کا بیڑہ اٹھایا کہ ۱۷ جون کو ہندوستان کے ہر حصّے میں مسلمانوں کے عام جلسے کئے جائیں جن میں آنحضرتؐ کی سیرتِ مبارک پر شاندار لیکچروں کا سلسلہ شروع ہو اور اس میں نہ صرف ہر فرقہ اسلامیہ کے ممتاز افراد شریک ہوں بلکہ غیر مذاہب کے اشخاص کو بھی دعوت دی جائے ......

۱۷ جون کو ہندوستان کے مشہور مقامات پر جماعت احمدیہ کے زیرِ اہتمام شاندار جلسے ہوئے

کلکتہ کے جلسہ میں اینگلو انڈین طبقہ کے معزز ممبر ڈاکٹر مورنیو صاحب نے شریک ہو کر اس کے اغراض پر شادمانی کا اظہار کیا۔ بابو بپن چندر پال صاحب نے بھی اپنی تقریر میں اس کے مقاصد کو بہترین قرار دیا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے کامیاب بنانے میں کوشاں ہوں گے۔ لاہور میں سر عبد القادر صاحب کے زیرِ صدارت جلسہ ہوا جس میں پروفیسر بہاری لال اور لالہ امر ناتھ صاحب ایڈووکیٹ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوبیاں بیان کیں۔ اگر برادرانِ وطن اسی طرح اسلامی

جلسوں میں پیغمبرِ اسلام کے کمالات اور پاک زندگی کی فضیلت ظاہر کرتے رہے تو جملہ مذاہب میں یگانگت پیدا ہو جائے گی۔"

(　　　　)

اخبار "سلطان" کلکتہ

کلکتہ کے ایک بنگالی اخبار "سلطان" (۲۱ جون ۱۹۲۸ء) نے لکھا:۔

"جماعت احمدیہ نے ۱۷ جون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت بیان کرنے کے لئے ہندوستان بھر میں جلسے منعقد کئے۔ ہمیں اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ تقریباً سب جگہ کامیاب جلسے ہوئے اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اس طرح میں احمدیوں کو ایسی عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ روز بروز ترقی کر رہی ہے اور لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کر رہی ہے۔ ہم خود بھی ان کی طاقت کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کے متمنی ہیں۔"

اخبار "منادی" دہلی

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے جن کی زیرِ صدارت دار السلطنت دہلی میں سیرۃ النبیؐ پر بے نظیر اجتماع ہوا۔ اپنے اخبار منادی مورخہ ۲۴ جون ۱۹۲۸ء میں تحریر فرمایا:۔

"سوا نو بجے رات کو پریڈ کے میدان میں سیرۃ رسول کی نسبت جلسہ ہوا۔ دس ہزار کا مجمع تھا۔ ہندو مسلمان مقرروں کی نہایت عمدہ تقریریں ہوئیں۔ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ ۱۱ بجے تک رہا، آج تک دہلی میں کوئی مشترکہ جلسہ ایسی کامیابی سے نہ ہوا ہوگا۔"

غیر مسلم پریس

مندرجہ بالا مسلمان اخبارات کے علاوہ غیر مسلم اخبارات نے بھی جلسہ کی رپورٹیں شائع کیں۔ ان اخباروں میں کلکتہ کے دو اخبارات "دی انگلش مین" اور "دی امرت بازار پتریکا" نے نہ صرف یوم سیرۃ النبیؐ کی شاندار کانفرنسوں کی روداد شائع کی بلکہ اس کی افادیت و اہمیت پر پُرزور شذرات سپردِ قلم کئے۔

تحریک سیرۃ النبیؐ کا شاندار انچاس سالہ دور

وہ مبارک اور آسمانی تحریک جس کی بنیاد حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۷ جون ۱۹۲۸ء کو رکھی تھی نہایت شاندار کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ اپنی زندگی کے انچاس سالہ دور میں داخل ہو چکی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کا یہ لگایا ہوا پودا اب ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور جس طرح دنیائے احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا اسی طرح جماعت احمدیہ کے جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ پر بھی سورج غروب نہیں ہوتا، نہ ہو سکتا ہے، اور نہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔ قریباً نصف صدی کے اس درمیانی عرصہ میں جہاں جہاں جماعت احمدیہ کے مبلغین پہنچے اور نئے مشن اور نئی جماعتیں بھی قائم ہوئیں سیرت رسولؐ کی پاک مجالس کے انعقاد کے مبارک سلسلہ میں بھی نہایت برق رفتاری سے وسعت پیدا ہوتی چلی گئی اور اسی کی برکت ہے کہ اب ہزاروں عیسائی، دہریہ یا دیگر مذہب جو کبھی پاکوں کے سردار، رسولوں کے فخر اور نبیوں کے شہنشاہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے۔ اب سو نہیں سکتے

جبتک حضرت ختم المرسلین پر درود نہیں بھیج لیتے۔
اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ط

جماعت احمدیہ کی ان مجاہدانہ سرگرمیوں اور سرفروشیوں کا یہ عظیم الشان نتیجہ بھی برآمد ہوا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے مستشرقین کے قلوب و اذہان میں نہایت تیزی کے ساتھ ایک نہایت خوشگوار تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ تعصب، بدزبانی اور دجل و فریب کی بجائے اسلام جیسے عظیم مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت کے کارناموں اور انقلابی نظریات پر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ غور و فکر کیا جا رہا ہے اور مغرب کے فلسفی، مصنف، مورخ اور مفکر جو صدیوں سے اسلام کو انسانیت کے ارتقاء اور ترقی کا دشمن قرار دیتے تھے اب کھلے لفظوں میں اس کے نہایت اعلیٰ اور بلند اخلاقی تمدنی اور سماجی اصولوں کی برتری کے قائل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح سر ولیم میور، ڈوزی، سمتھ، جارج سیل، پادری فنڈر، ہنری کوپی ڈاکٹر اے سپرنگر اور ان جیسے دوسرے متعصب عیسائی راہنماؤں نے اسلام کے خلاف جو یہ پراپیگنڈا پھیلا رکھا تھا کہ وہ ایک خونی مذہب ہے اور بزور شمشیر پھیلا ہے جماعت احمدیہ کی مسلسل جدوجہد سیرۃ النبی کے جلسوں اور بیش بہا قیمت لٹریچر کی وسیع اشاعت کے نتیجہ میں قریباً بے اثر ہو کے رہ گیا ہے اور اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھرتی ہوئی صاف نظر آ رہی ہیں اور اُفق عالم پر اسلام کا آفتاب پوری آب و تاب سے طلوع ہوتا دکھائی دے رہا ہے اسی سلسلے میں ایک نہایت خوشکن اور محیر العقول انقلاب اور بھی پیدا ہو چکا ہے اور وہ یہ کہ حضرت مہدی موعود بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نومبر ۱۹۰۵ء میں الہام ہوا:۔

"سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دینٍ واحدٍ"

(بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

حضرت اقدس علیہ السلام نے اس آسمانی حکم کی بناء پر یہ پُرشوکت خبر دی:۔

"اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانان روئے زمین علیٰ دینٍ واحدٍ جمع ہوں اور وہ ہو کر رہیں گے۔" (الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

اس الہام کے پچیس برس بعد بھی جب کہ سیرۃ النبی کی شہرہ آفاق عالمی تحریک کے جاری ہونے پر دو تین سال گزر چکے تھے مغربی مفکر یہاں تک یقین سے لبریز تھے کہ عالم اسلام کی وحدت، اتحاد اور یکجہتی کا تصور محض ایک خواب پریشاں ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جیسا کہ ایک مستشرق فرنز بابنگر (FRANZ BABINGER) نے ۱۹۳۰ء میں لکھا:۔

آج اتحاد اسلامی کے مواقع جس قدر قلیل ہیں اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے اگر سارے ہی آثار دھوکہ نہ دے جائیں تو آج محمد کا دین انتہائی مشکلات سے دوچار ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ دور کرب کا جو دور آج ایشیا پر چھایا ہوا ہے اسلام بھی اسی میں سے گزر رہا ہے۔ (ترجمہ)

وحدتِ اسلامی کا تخیل عملی شکل میں

مگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتحاد بین المسلمین اور ممالک اسلامیہ کی وحدت کا وہ تخیل جو قریباً پون صدی پیشتر خدا تعالیٰ کے حکم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل

نے پیش فرمایا تھا۔ دنیا کے نقشے پر عملی صورت پکڑ رہا ہے جو اسلام و احمدیت کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی لئے سیریلیون کے سابق نائب وزیر اعظم اور مغربی افریقہ کے ممتاز مسلمان لیڈر جناب مصطفٰے السنوسی نے حال ہی میں دنیا بھر کے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ:۔

"غلبہ اسلام کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے جماعت احمدیہ سے ہر ممکن تعاون کریں"

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶ر مارچ ۱۹۷۶ء صفحہ ۶)

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں:۔

؎ بہ مفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است این بہر حالت شود پیدا

یعنی۔ اے بھائی مفت میں تجھ کو یہ نصرت کا بدلہ دے رہے ہیں ورنہ یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔

؎ ہمے بینیم کہ دادار قدیر و پاک مے خواہد
کہ باز آں قوتِ اسلام و آں شوکت شود پیدا

میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ قادر و قدوس خدا کا منشا یہ ہے کہ اسلام کی وہ قوت اور وہ شوکتِ رفتہ پھر پیدا ہو جائے۔

○

پاکستانی مولوی اور کمال اتاترک

مدیر المنبر لائل پور مولوی حکیم عبدالرحیم اشرف لکھتے ہیں کہ:۔

"تازہ ترین بیان پنجاب پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل اور صوبائی وزیر کا ہے۔ لائل پور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:۔

"ہم ۱۰ر مارچ کو ملک دشمن ملاؤں کا وہی حشر کریں گے جو جدید ترکی کے بانی اتاترک نے کیا تھا۔ ہم نے ان کے لئے پہلے ہی سے جہاز تیار کر رکھے ہیں جن میں بھر کر انھیں سمندر میں غرق کر دیا جائے گا۔"

(المنبر ۱۱ر مارچ ۱۹۷۷ء)

رُوح اور اُس کی بعض کیفیّات

محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے

(نوٹ :- اس مضمون کی تیاری میں زیادہ تر تفسیر کبیر سے مدد لی گئی ہے)

قرآن کریم میں سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" ○

یعنی لوگ تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ کہ رُوح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اس کے متعلق علم سے کم ہی حصّہ دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کے اس جواب پر مخالفین اسلام معترض ہوتے ہیں۔ کہ ان کا اعتراض یہ ہے کہ سوال تو علم کی زیادتی کے لئے ہی کیا جاتا ہے اور عموماً وہی سوال کرتا ہے جس کا علم کم ہو۔ پس محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے لوگوں نے جو سوال کیا تھا اسی لئے کیا تھا کہ رُوح کے بارے میں ان کے پاس کافی وشافی علم نہیں تھا ان کو یہ جواب دینا کہ روح میرے رب کے حکم سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تمہیں اس کے متعلق بہت ہی کم علم حاصل ہے کافی وشافی جواب نہیں بلکہ جواب سے گریز کرنے کا طریق ہے

اس اعتراض کا جواب دینے سے پیشتر پہلے اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم صرف محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے کے لوگوں کے لئے ہی نازل ہوا بلکہ قیامت تک کے لئے ہے اس لئے اس آیت میں رُوح کے متعلّق نہ صرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے کے معترضین کو جواب دیا گیا ہے بلکہ روح کے متعلق قیامت تک جو بھی سوال پیدا ہو سکتے ہیں یا پیدا ہوں گے ان سب کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ چنانچہ يَسْـَٔلُوْنَكَ فعلِ مضارع کا صیغہ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے سَاَلُوْا ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا بلکہ مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ لوگ اس وقت بھی تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ ان سب کو تُو یہ جواب دے کہ روح میرے رب کے خاص حکم سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تمہیں اس کے متعلق علم سے کم حصّہ ہی ملا ہے۔

اس جواب کی تشریح کرنے سے قبل ہمیں عربی لغت کے لحاظ سے سب سے پہلے رُوح کے معانی متعیّن کر لینے چاہئیں۔ سو رُوح کے معانی اقرب الموارد میں یہ لکھے ہیں [1]

"(۱) اَلرُّوْحُ مَابِهِ الْحَيَاةُ۔ وہ چیز جس کے ذریعہ نفوس زندہ رہتے ہیں۔ یعنی جس کو زندگی کہتے

---

[1] بحوالہ تفسیر کبیر سورہ حجر آیت ۲۷

ہیں۔(ii) اَلوَحی ۔الہام (iii) جبرئیل جبرائیل یعنی الہام اور وحی لانے والا فرشتہ (iv) النَّفْخ پھونک۔ (v) امرُ النّبوّة ۔ امرِ نبوت (vi) حُکْمُ اللّٰہِ وَ اَمْرُہٗ ۔ خدا تعالیٰ کا فیصلہ اور اُس کا حُکم (vii) تَطْلَقُ الْاَرْوَاحُ عَلٰی مَا یُقَابِلُ الْاَجْسَادَ ۔ جسم کے مقابل چیز کو بھی روح کہتے ہیں (جو انسان میں جسم کے علاوہ موجود ہے) (viii) وَ عِنْدَ اَصْحٰبِ الْکِیمیا عَلَی الْمِیَاہِ الْمُقَطَّرَۃِ مِنَ الْاَدْوِیَۃِ ۔ کیمیا والوں کے نزدیک دوائیوں کے عرق کو بھی روح کہتے ہیں .... جبرائیل کو جو صاحب اقرب الموارد نے روح لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جبرائیل کو رُوح کہا گیا ہے اس لئے انہوں نے روح کے معنٰی جبرائیل قرار دے دیئے ہیں۔ حالانکہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ بعض دفعہ مُسَبَّب کا نام سبب کو دے دیا جاتا ہے اور اسی لحاظ سے جبرائیل کو روح کہا گیا ہے کیونکہ وہ روح یعنی کلام الٰہی کو لاتا ہے۔ غرض روح کے معنٰی جبرائیل نہیں بلکہ استعارۃً وحی لانے والے فرشتے کو کہتے ہیں۔

اصل میں روح وہ چیز ہے جس کے ذریعہ کسی کو حیاتِ ممتاز ملے۔ پس وہ روح جو حیوان کو باقی چیزوں سے ممتاز کر رہی ہے اور وہ روح جس کے ساتھ انسان باقی حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ ان دونوں پر لفظ روح کا اطلاق ہوتا ہے یا وہ روح جو انسان کو باخدا بنا دیتی ہے۔ پس کلام الٰہی بھی ایک رُوح ہے جو انسان کو نئی زندگی بخشتا ہے:

مندرجہ بالا معانی میں سے پہلے کلام الٰہی کے معنی کو لیا جاتا ہے آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پر یہود کی طرف سے ایک سوال یہ تھا کہ جب کلام الٰہی توراۃ کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے تو پھر ایک نئی کتاب کی یعنی قرآن کریم کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ دیا کہ الرُّوح ۔ یہ نیا اور تازہ کلام الٰہی یعنی قرآن کریم میرے رب کے حکم سے نازل ہوا ہے۔ اس سے قبل اللّٰہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر صرف بطور ربّ بنی اسرائیل اپنے احکام نازل کرتا تھا اور توراۃ کی تعلیم مختص القوم اور مختص الزمان تھی مگر قرآن کریم نے ربّ العالمین کے نظریہ کو پیش کیا ہے۔ قرآن کریم میں تمام عالموں کے رب نے وہ تعلیم اتاری ہے جو تمام ملکوں اور تمام زمانوں میں مفید ثابت ہوگی۔ اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ۔ یہ کلام میرے رب نے اتارا ہے اور میرا رب وہ ہے جو ربّ العالمین ہے پس توراۃ اور قرآن کا فرق واضح ہے

دوسرے جن مسائل پر توراۃ نے روشنی ڈالی ہے ان کو اس نے کما حقّہٗ تفصیل سے بیان نہیں کیا مثلاً اسمائے الٰہی یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی صفات پر سیر حاصل بحث نہیں کی۔ معاد کے متعلق تفصیلی اور شافی علم مہیا نہیں کیا۔ اس کی دراصل وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں جبکہ توراۃ نازل ہوئی تھی انسان باریک فلسفہ کو سمجھ نہیں سکتا تھا لیکن قرآن کریم میں بر ضرورتِ حقّہ اور دینی مضمون پر سیر کُن بحث کی گئی ہے اور توراۃ کا علم اس کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ لہٰذا توراۃ کی موجودگی میں عالمگیر شریعت اور نئی شریعت کی ضرورت ثابت ہے

اب میں دوسرے معنٰی یعنی رُوحِ انسانی کو لیتا ہوں ۔ آریوں کا روحِ انسانی کے متعلق یہ خیال ہے کہ رُوح مادہ اور

پرمیشر یہ تینوں ازلی اور ابدی وجود ہیں۔ رُوح ہمیشہ سے ہے پرمیشر کا کام صرف یہ ہے کہ وہ رُوح کو مختلف جونوں میں ڈالتا چلا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ اس آیت میں آریوں کے اس نظریہ کو ردّ کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ روح ازلی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے پیدا ہوتی ہے

قرآن کریم نے پیدائش کے لئے دو الفاظ استعمال کئے ہیں

[1] (الف) ابتدائی پیدائش جو بغیر مادہ کے ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ بغیر ایسے ذرائع کے جو پہلے سے موجود ہوں پیدا کرتا ہے اس کا نام اَمر ہے جیسے کہ فرماتا ہے:۔

"اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝" (یٰسٓ:۸۳)

کہ اللہ تعالیٰ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے متعلق ارادہ کرتا ہے تو اس کے متعلق فرماتا ہے کہ ایسا ہو جائے تو وہ چیز پیدا ہونے لگتی ہے۔

(ب) بعد کی پیدائش جو پہلے سے پیدا کئے ہوئے مادہ سے ہوتی ہے جس پیدائش میں اللہ تعالیٰ دنیوی اسباب سے کام لیتا ہے یعنی ایسے ذرائع کو استعمال کرتا ہے جو کسی چیز کی پیدائش سے پہلے موجود ہوں اس کا نام خلق رکھا جاتا ہے۔

پس فرمایا کہ روح جسم سے علیحدہ ایک وجود اور جوہر ہے جو صحیح قالب تیار ہونے پر اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے اس قالب میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ روح ازلی اور ابدی ہے کیونکہ جب روح اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو وہ ازلی نہ ہوئی اور جس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اس کو فنا بھی کر سکتا ہے اس لئے وہ ابدی بھی نہ ہوئی۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ قائم رکھنا چاہے۔

دوسرے اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ رُوح کی تربیت میرے رب کے حکم سے ہوتی ہے۔ ربّ کے معنی ہیں پیدا کر کے بتدریج ترقی دینے والا پس جب اللہ تعالیٰ رُوح کی تربیت فرما کر اس کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت میں لے آتا ہے تو ثابت ہوا کہ روح ایک تغیر پذیر چیز ہے اور جو چیز ترقی پذیر ہو وہ ہلاکت کے انجام کی طرف بھی تغیر پذیر ہو سکتی ہے۔ لہٰذا روح ابدی نہ ہوئی۔ تغیر پذیر ہونے والی ہستیاں کبھی ابدی نہیں ہو سکتیں۔ اس پر معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو صرف دعویٰ بیان کر دیا کہ روح ازلی ابدی نہیں بلکہ میرے رب کے خاص حکم سے پیدا ہوتی ہے اس کی دلیل کیا ہے۔ سو فرمایا کہ تمہیں "العلم" سے بہت ہی کم حصہ دیا گیا ہے اگر یہ درست ہے کہ آریوں کی ارواح اَن گنت جونوں میں تبدیل ہو ہو کر پھر پیدا ہوتی ہیں اور مدّتوں مکتی خانہ یعنی معاد میں بھی رہتی ہیں تو ایسی حالت میں ان اَرواح کو اگلے جہان کے متعلق اور موت کے بعد کی کیفیات کا علم کثیر ہونا چاہیئے تھا۔ مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ ان کو عالم معاد یا مکتی خانہ کے حالات اور اس کے اثرات جن سے وہ وہاں متاثر ہوا کرتی تھیں کچھ بھی یاد نہیں اور ان کا ان کو کوئی بھی احساس نہیں۔

پس اگر آریوں کا عقیدہ درست ہے تو ایسی تجربہ کار روحوں کا علم تو بہت وسیع ہونا چاہیئے تھا مگر ان لوگوں کو معاد اور عالم آخرت کا کوئی ذاتی علم تو ہے ہی نہیں اور جو علوم ان کی الہامی کتب میں درج ہیں وہ بہت ہی کم ہیں۔ اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے رُوحِ کامل یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کے متعلق علم کثیر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ

---

[1] دیکھیں تفسیر کبیر سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۶

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

(سورۃ نساء آیت ۱۱۴)

اے رسول! تیری روح کو کچھ بھی علم حاصل نہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم سکھائے جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تجھ پر اپنی انتہائی صورت میں نازل ہوا ہے جس سے بڑھ کر کسی انسان پر اس کے علم کی وسعت نہیں ہو سکتی۔ پس تناسخ کا عقیدہ رکھنے والوں کا بعض علوم کا بالکل نہ جاننا اور بعض علوم کا ازحد ناقص طور پر جاننا اور بعض علوم کا غلط طور پر جاننا اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کی روحیں ازلی و ابدی نہیں ہیں۔

اب میں اس آیت کے تیسرے معانی کو لیتا ہوں۔

یہود نے قرآن کریم پر ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ قرآن کریم نے جو غیب کی خبریں بتائی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی معجزات صدور پذیر ہوئے ہیں وہ آپ کے مشق سے حاصل کردہ روحانی کمالات کی وجہ سے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ بعض روحانی مشقوں کے ذریعہ سے انسانی روح میں یہ کمال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ غیب کی خبریں معلوم کر لیتی ہے یا یہ کہ وہ گزشتہ ارواح سے تعلق پیدا کر کے بعض خبریں معلوم کر لیتی ہے چنانچہ یہودی کاہن جن کو قرآن کریم میں "جن" کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ:۔

"وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ" (سورۃ الجن آیت ۱۰)

یعنی ہم آسمانی خبریں یعنی غیبی خبریں سننے کے لئے اپنی رصد گاہوں[1] میں بیٹھا کرتے تھے لیکن اب اگر کوئی ایسی خبریں سننے کی کوشش کرے گا تو اس پر شعلہ گرایا جائے گا۔

پس جادو کا علم یا علم الارواح قدیم علم ہے جو یہود میں بھی اور دوسری اقوام میں بھی چلا آتا ہے۔ علم توجہ بھی یہی علم ہے جو خالص دماغی علم ہے اور روحانی علوم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ موجودہ زمانہ کا علم جس کو Spiritual-ism کہتے ہیں وہ بھی یہی دعویٰ کرتا ہے کہ گزشتہ مردہ ارواح سے تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے اور ان سے بعض اخبار غیبیہ معلوم کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں اس علم کی بناء پر مسز اینی بیسنٹ نے ایک اوتار کے آنے کی پیشگوئی کی تھی اور مسٹر کرشنا مورتی کو اس کا مصداق قرار دیا تھا۔ مسٹر کرشنا مورتی اور اس کے بھائی کو مسز اینی بیسنٹ نے خاص طور پر یوگا کے اصولوں کے ماتحت پالا تھا۔ بڑے بڑے ماہرین فن ان کی تربیت کے لئے مقرر کئے گئے تھے کہ روحانہ توجہ سے ان کے خیالات کو ایک خاص رنگ میں ڈھالیں۔ مگر جوان ہو کر مسٹر کرشنا مورتی ایک دہریہ ثابت ہوئے اور دہریت کا پرچار کرنے لگے۔ Mesmerism بھی یہی علم ہے جس میں توجہ دماغی کے ذریعہ ایک شخص کو متاثر کیا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر آنے والے جادوگر بھی اسی علم کے ماہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعض یہود اسی علم کے برتنے پر اخبار غیبیہ جاننے کا دعویٰ کرتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک عبداللہ بن صیاد تھا جس کا امتحان کرنے کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس صحابہؓ کی معیت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا علم کس قدر ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کوئی امر اپنے دل میں رکھیں میں بتا دوں گا۔ آپ نے اپنے دل میں سورۃ دخان کی یہ آیت رکھی۔

---

[1] تفصیل کیلئے دیکھیں تفسیر کبیر سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۶

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ اس پر ابن صیاد نے کہا کہ آپ کے دل میں ہے دُخ دُخ آپ نے کہا کہ بس تیرا علم اسی قدر ہے لَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ تو اپنی اس حیثیت سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ ان تمام لوگوں کو خواہ وہ گزشتہ زمانوں میں گزرے ہیں یا موجودہ زمانوں کے ماہرین توجہ یا سپرچولسٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم کے علوم کو تمہارا اپنے علوم پر قیاس کرنا سراسر حماقت ہے۔

یہ درست ہے کہ تجربہ اور مشق سے نفس انسانی میں علم توجہ کے ذریعہ بعض کمالات پیدا ہو جاتے ہیں مگر یہ کمالات انبیاء کے معجزات اور کلام اور اخبار غیبیہ کے مقابل میں نہایت ادنیٰ اور ذلیل ہوتے ہیں۔ ان کمالات کا حقیقی روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی بعض نام نہاد فقراء معجزات اور کرامات کے نام سے بعض شعبدہ بازیاں دکھلاتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا:۔

"هٰذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُوْنَ"

(تذکرہ۔ طبع ثانی صـ ۱۸۷)

یہ باتیں اُس علم ترب یعنی علم توجہ کی بدولت ہیں جس کی حقیقت کو عوام الناس نہیں سمجھتے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ اس علم کا بہت زور تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی اس علم سے حصہ دیا اور اسی کی وجہ سے آپ بھی مٹی کی چڑیاں بنا کر ان میں حرکت پیدا کر دیتے۔ قرآن کریم کی آیت کریمہ اَخْلُقُ لَكُمْ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ سے علاوہ اور معانی اور مضامین کے مندرجہ بالا معنی کا استنباط بھی کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جتنا جتنا کوئی شخص علم توجہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر قوت قدسی کی اس میں کمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قوت قدسی ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بہت کم تھی۔[1] مومنوں میں روحانی زندگی پیدا کرنے کا جو نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا مسیح علیہ السلام اس کی نظیر پیش نہ کرسکے۔ پس قرآن کریم انہی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ تو ان کو کہہ دے کہ روح کامل میرے رب کے خاص امر سے ہی تیار کی جاتی ہے۔ کوئی انسان سوائے اس کے جس کی روح میں خود اللہ تعالیٰ نے جلاء پیدا کر دیا ہو۔ ان روحانی نعماء کا وارث نہیں ہو سکتا۔ جو انبیاء اور ان کے اظلال کو ملتی ہیں۔ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ط ان امور میں سے مثلاً غیب کی خبریں بتانے کے سلسلہ میں اور روحانی کمالات ظاہر کرنے کے سلسلہ میں تمہارا علم بالکل قلیل اور محض تک بندی ہے۔ انبیاء کا علم غیب ایک سمندر کی حیثیت رکھتا ہے اس کے مقابل میں تمہارا علم ایک قطرہ سے بھی حقیر تر ہے۔

عربی زبان میں قلیل کا لفظ بالکل نفی کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے انگریزی زبان میں little اور few کا لفظ ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:۔

"قَلِيْلٌ مِّنَ الرِّجَالِ يَقُوْلُ ذٰلِكَ"

یعنی یہ بات کوئی بھی نہیں کہتا۔ پس ان معنوں کی رُو سے آیت مذکورہ کے یہ معنی ہوں گے کہ علم روحانی یا علم غیب سے تمہیں کوئی بھی حصہ نہیں ملا۔ تمہارا علم محض اٹکل پچو اور

---

[1] دیکھیں تفسیر کبیر سورہ کہف آیت ۲۰

ڈھکوسلے کی حیثیت رکھتا ہے اور حقیقی علم غیب سے تمہیں کوئی امر بھی معلوم نہیں ہو سکتا علم توجہ کی بدولت صرف شعبدہ بازیاں ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ (النمل: ۶۶)

یعنی زمین اور آسمان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہستی غیب کا علم نہیں رکھتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں پر اپنے فضل سے اور اپنی حکمتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے علم غیب کا کوئی حصہ ظاہر کر دیتا ہے اور علم غیب حاصل کرنے کا تھوڑا بہت حصہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں رکھا ہے۔ چنانچہ کبھی کبھار سچا الہام بدکار لوگوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ یہ اس لئے کہ ایسے لوگوں کے لئے انبیاء کے الہامات اور ان کی اخبار غیبیہ کی حقیقت کا سمجھنا بالکل ہی ناممکن نہ ہو جائے۔ ہاں غیب پر غلبہ اور کثرت سے اخبار غیبیہ یا مصفّٰی غیب صرف انبیاء کو ہی عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے:-

"فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا
مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" (الجن ۲۷-۲۸)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر غالب نہیں کرتا سوائے کسی برگزیدہ رسول کے یا سوائے کسی برگزیدہ انسان یعنی رسول کے

ہمارے نزدیک اس آیت کے مطابق نبی کی تعریف ہی یہ نکلتی ہے کہ وہ شخص نبی کہلاتا ہے جس کو اخبار غیبیہ اس کثرت سے بتائی جائیں کہ گویا اسے غیب پر غالب کر دیا گیا ہے اور مصفّٰی غیب کا اُسے علم دیا جائے اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی اس کا نام نبی رکھے۔ کیونکہ اس امر کا فیصلہ کرنا کہ فلاں شخص کی اخبار غیبیہ

کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ نبی کا نام پانے کا مستحق ہو گیا ہے خود اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے

ایسے برگزیدہ لوگ چونکہ اصلاح خلق کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں اس لئے ان کو رسول بھی کہا جاتا ہے گویا ایک ہی شخص کو دو مختلف پہلوؤں سے نبی اور رسول کے نام دیئے جاتے ہیں۔

لیکن مرتاض کے علوم روحانیہ کے دعویداروں کو بانگ دہل کہتے ہیں کہ اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ... کا کام تیار کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے امر یعنی الہام اور وحی اور ... اس کے منشاء سے ہوتا ہے اور تمہارے علوم اُن کے مقابل ... بالکل ہیچ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء جو غیب کی خبریں بتا ... ہیں ان میں باریک تفصیل تک بتائی جاتی ہیں جو ایک ایک ... کر کے پوری ہو جاتی ہیں۔ یہ خبریں سینکڑوں بلکہ ہزاروں سا... تک کے لئے ہوتی ہیں اور غیب کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ... جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

"وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ وَمَا
هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ"

(التکویر: ۲۴-۲۵)

اس رسول نے آنیوالے واقعہ کو کھلے کھلے اُفق سے دیکھا ... اور وہ اس کی خبریں بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ اس ... مقابل پر علم توجہ اور جادو والے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ (الصّٰفّٰت: ۱۱) کے مصداق ہوتے ہیں ... محض اٹکل چلاتے ہیں مگر انبیاء کے زمانے میں ان کی اٹکلیں ... پہلے کچھ نہ کچھ اثر ظاہر کر دیا کرتی تھیں۔ بالکل بیکار ہو کر رہ ... ہیں کیونکہ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۞ (الصّٰفّٰت ...

"اب ان کی انگلوں کے مقابل پر آسمان سے انبیاء کی اخبار غیبیہ شہاب ثاقب بن کر نازل ہوتی ہیں اور ان کو تقسیم کرکے رکھ دیتی ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی ہے:۔

"اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ النَّجْمِ الثَّاقِبِ"

(تذکرہ طبع ثانی ۳۲۷)

تو مجھ سے بمنزلہ نجم ثاقب کے ہے۔

پس یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کے معنی ہیں کہ لوگ قیامت تک روح کے بارے میں نئے سے نئے سوال پیدا کرتے رہیں گے اور ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے جو اپنے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے ہر موقعہ پر کافی و شافی جواب ثابت ہوگا اور وہ جواب یہی ہے کہ:۔

"قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝"

(بنی اسرائیل: ۸۶)

چند ایک سوالات جو روح کے مختلف معانی کے لحاظ سے پیدا ہوتے ہیں ان کا شافی جواب مندرجہ بالا الفاظ میں موجود ہے جیساکہ سطور مندرجہ بالا میں ظاہر کیا گیا ہے۔

اگر اس سلسلہ میں کبھی کوئی نیا سوال پیدا ہوگا تو اس کا کافی و شافی جواب بھی انہی الفاظ سے مہیا ہو جائے گا (ان شاء اللہ) اور یہ امر اس چیز کا ثبوت ہوگا کہ قرآن وہ بحر بیکراں ہے جس کے موتیوں کا کبھی خاتمہ نہیں۔ اور ہر نیا غوطہ خور نئے سے نئے جوہر آبدار کو حاصل کرتا رہے گا۔

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

وَاٰخِرُ كَلِمِنَا حَمْدٌ وَّشُكْرٌ
لِرَبٍّ مُّحْسِنٍ ذِي الْاِمْتِنَانِ

○

گوجرانوالہ میں سر بازار جشن مے نوشی

"چوک نیائیں (گوجرانوالہ) میں حلوہ اور شراب کا باقاعدہ مقابلہ ہوا۔ جہاں قومی اتحاد کے مقابلہ میں کچھ لوگوں نے سرعام چارٹین شراب کارکنوں میں تقسیم کی۔ بازار میں ایک طرف حلوہ کھایا جا رہا تھا اور دوسری طرف شراب پی جا رہی تھی۔ شہریوں نے اس صورت حال پر شدید احتجاج کرتے ہوئے ایس پی سے مطالبہ کیا کہ اس علاقے کے ایس۔ ایچ۔ او کو فوری طور پر معطل کیا جائے کیونکہ شہریوں کے اطلاع دینے کے باوجود اس نے سرعام شراب پینے والوں کے خلاف کارروائی نہیں کی۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۲۶ فروری ۱۹۷۷ء)

سورۃ الرحمٰن کا ترجمہ و مختصر تفسیر

(جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل)

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے پروگرام کے مطابق گزشتہ ایام میں محترم جناب شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری حدیقۃ المبشرین نے سورۃ الرحمٰن کا جو درس دیا اسے میری درخواست پر جناب شیخ صاحب موصوف نے اختصار سے قلمبند فرمایا ہے جسے افادۂ عام کے لیے شائع کیا جاتا ہے ——— (ایڈیٹر)

سورۃ الرحمٰن کا تعارف

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ بسم اللہ کو شامل کرکے اس کی اناسی ۷۹ آیتیں ہیں۔ تین ۳ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کے مکہ میں نازل ہونے کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جو حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ آپ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے یہ سورۃ پڑھتے ہوئے سنا۔ اور مشرکین مکہ بھی آیت

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

سن رہے تھے۔

پھر سیرۃ ابن ہشام میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رض نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قریش مکہ نے باوازِ بلند علانیہ قرآن کریم پڑھتے نہیں سنا ہم میں کوئی ہے جو ایک دفعہ ان کو یہ پاک کلام سنا ڈالے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض جو وہاں موجود تھے انہوں نے کہا میں یہ کام کرتا ہوں اور قریش کو علانیہ جاکر قرآن کریم سناتا ہوں۔ صحابہ کرام رض نے انہیں روکا اور کہا تم مت جاؤ کہ تم بڑے خاندان کے آدمی ہو ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے الجھ جائیں مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے پرواہ نہ کی اور کہا کہ مجھے جانے دو اور یہ کام کرنے دو، دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا، خدا میرا حافظ ہے چنانچہ وہ حرم میں گئے۔ قریش کے سردار اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے مقام ابراہیم پر پہنچ کر پورے زور سے اور جذبہ سے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت شروع کر دی۔ پہلے تو قریش کے سردار سوچتے رہے کہ عبداللہ بن مسعود رض کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر جب انہیں پتہ چلا کہ یہ وہ کلام ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے کلام کی حیثیت سے پیش

کرتے ہیں تو وہ اُن پر ٹوٹ پڑے اور اُن کے منہ پر تھپڑ مارنے لگے مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پرواہ نہ کی۔ پٹتے جاتے تھے اور تلاوت کرتے جاتے تھے۔ واپس لوٹے تو اپنے ساتھی صحابہ کرامؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ کہنے لگے ہمیں تو پہلے ہی یہ خطرہ تھا۔ مگر انہوں نے کہا کہ آج سے بڑھ کر خدا کے یہ دشمن میرے لئے کبھی ہلکے نہ تھے تم کہو تو کل پھر انہیں قرآن کریم سناؤں۔ سب نے کہا بس اتنا ہی کافی ہے۔" (جلد اوّل صفحہ ۳۳۶)

اِس واقعہ سے ثابت ہے کہ سورۃ الرّحمٰن کا نزول مکہ مکرّمہ میں ہوا۔

سورۃ کا آغاز

یہ سورۃ لفظ الرّحمٰن سے جو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم صفت ہے شروع ہوتی ہے۔ جو اس حقیقت کو اجاگر کر رہی ہے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا جو تمام مخلوقات کا جوہر اور سرتاج ہے۔ انسان کو پیدا کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے تقاضا کیا کہ اس کی ذاتِ اقدس سے انسان کو تعارف حاصل ہو۔ انسان اپنی زندگی کے مقصد اور اس کے حصول کے ذرائع سے ناواقف تھا۔ اس کا ایک ہی ذریعہ تھا کہ اس کی راہنمائی کے لئے سلسلہ نبوت جاری کیا جاتا اور انسانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کے ذہنی نشو و نما کے مطابق وقتاً فوقتاً آسمانی ہدایت بھیجی جاتی اور کامل ارتقاء کے حصول پر نبوت کاملہ کے حامل عظیم اور کامل نبی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس دور کے لئے کامل آسمانی ہدایت دی جاتی۔

پھر خدا تعالیٰ کی رحمانیت اِس پر ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ تمام کائنات کو خدا تعالیٰ نے پیدا کر کے انسان کے لئے مسخّر کر دیا اور اِس تمام کائنات کو ایک ضابطہ اور ایک قانون میں باندھ کر عدل کے اصولوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ایک خاص توازن سے ترتیب دیکر عالمِ بالا سے لیکر عالمِ سفلی تک کی چیزیں سورج، چاند اور دیگر اجرامِ سماوی اور کُرّہ ارض اپنی تمام دولت و ثروت اُن کے ساتھ اور وسیع و عریض اور گہرے سمندر اپنے تمام ذخائر کے ساتھ اور بلند و بالا چوٹیوں والے پہاڑ اپنے تمام فوائد کے ساتھ انسان کی خدمت کے لئے مامور کر دیئے گئے۔ اس مخدوم انسان کو اللہ تعالیٰ بغیر ہدایت کے کس طرح چھوڑ دیتا اور یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس کی راہ نمائی کے لئے نبی و کتاب نہ بھیجتا۔

مزید برآں یہ سارا نظامِ کائنات اور تخلیقِ انسان اِس بات کا ایک عظیم ثبوت ہے کہ ایک مدبّر بالارادہ ہستی ہے۔ ایک قادر و توانا و احد ذات ہے جو اِس کائنات کو بڑی خوبی اور اعلیٰ بصیرت سے چلا رہی ہے۔

سورۃ کے مضامین کا خلاصہ

اِن تمام احسانات اور نوازشات کے باوجود انسان بسا اوقات باطل کی پیچ، تنگ نظری اور جہالت کے باعث حق و صداقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا اور خدائی ہدایت کو ردّ کر دیتا ہے بلکہ انتہائی گستاخیوں اور شرارتوں پر اُتر آتا ہے اور اِس طرح اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنا لیتا

ہے۔سورۃ الرحمٰن میں اِس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں پر ایک وقت آنے والا ہے کہ انتہائی خطرناک عذاب کا انہیں نشانہ بننا پڑے گا اور آثار وعلامات سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دَور کے نافرمان انسان کے لیئے یہ تہدید اور وعید خاص طور پر ہے جس کا ذکر سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ کی آیت میں کیا گیا ہے۔ اور يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وعید و تہدید کسی حد تک گزشتہ دو جنگوں یعنی ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک اور ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۳ء تک کی جنگوں میں اپنا اثر دکھا چکی ہے لیکن اس کا انتہائی نقطہ وہ تباہی و بربادی ہوگی جس کے لیئے اِس وقت دنیا کے دو بڑے ۔ ثقلان ۔ بلاکس اور ان کے حامی ایندھن اکٹھا کر رہے ہیں۔ جو ایسی خطرناک آگ بھڑکائیں گے کہ جس سے آبادیوں کے نشان تک مٹ جائیں گے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۖ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۚ

لیکن جس طرح نافرمان لوگوں اور شوخی کے مرتکبین کے لئے سزا اور جہنم ہے اسی طرح ہدایتِ آسمانی کو قبول کرنے والے نیک اور پرہیزگار بندوں کے لیئے جو خدا تعالیٰ کے نظامِ ارضی و سماوی سے فائدہ اٹھا کر اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے والے ہیں اُن کے لئے نہایت لطیف، دلکش و حسین اور لذیذ نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہیں جن کا ذکر سورہ الرحمٰن میں وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ سے شروع ہو کر بعد کی متعدد آیات میں تفصیل کے ساتھ آتا ہے۔ یہ امور حشر و نشر کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اعمال کے نتائج و ظہور کے لئے حشر و نشر کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ تیسرا مسئلہ ہے جس کا ذکر سورہ الرحمٰن میں کیا گیا ہے اور فرمایا خدا تعالیٰ کا یہ انعام اور سزا دونوں دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے۔

الغرض اِس سورۃ کے مضامین میں ایک لطیف و انوکھے انداز میں انسانوں کو نبوت کی ضرورت، توحید اور ہستی باری تعالیٰ کی اہمیت اور حشر و نشر کی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

سورہ کی وجہ تسمیہ

سورہ الرحمٰن کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ رحمانیت کے ان تقاضوں کے باعث اس سورۃ کا نام سورہ الرَّحْمٰن رکھا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے اِس سورۃ کا نام سورہ الرحمٰن رکھنے کی وجہ یہ تحریر کی ہے کہ اس کا پہلا لفظ الرَّحْمٰن ہے۔ لیکن اس طرح نام رکھنے میں نہ گہرائی ہے اور نہ یہ قرآن کی شان اور اس کی عظمت سے مطابقت رکھتا ہے۔ اگر اِسی اصول پر سورتوں کے نام رکھے ہوتے تو پھر بقیہ سورتوں کے نام بھی شروع کے لفظ کے باعث ہوتے مگر بیسیوں سورتیں ایسی ہیں جن کے نام شروع کے لفظ کی وجہ سے نہیں رکھے گئے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے

نام لفظ کے شروع میں آنے کے باعث نہیں بلکہ سورۃ کے خاص امور اور خاص مضامین یا عمومی مقصد یا کسی خاص واقعہ کی اہمیت کے پیش نظر تجویز کئے گئے ہیں۔ چونکہ سورہ الرحمٰن میں روحانیت کے تقاضوں کا ذکر تھا اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الرحمٰن تجویز کیا گیا جو قرآن کی عظمت اور شان کے عین مطابق ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یہ آیت قرآن کریم کی ہر سورۃ کے شروع میں آتی ہے سوائے سورہ توبہ یا براۃ کے جہاں یہ آیت دوسری سورۃ کے شروع ہونے کا نشان ہوتی ہے وہاں بعض اور حقائق کی بھی نشان دہی کرتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ کی آیت بھی دراصل حکم الٰہی سے پڑھی جاتی ہے اور ہر سورۃ کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسولؐ کو غارِ حرا میں پہلی وحی سے نوازا تو ارشاد فرمایا:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ
خَلَقَ ○ (سورہ علق)

اپنے ربّ کے نام سے پڑھو اور پھر خود ہی (احسان فرمایا اور) ربّ کے نام سے پڑھنے کا طریق بھی سمجھایا۔ اور بتایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ میں پڑھو۔

بسم اللہ کے بار بار نزول میں حکمت

بار بار ہر سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا کیوں نزول ہوا؟ اسکی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ یہود پر حجت پوری کی گئی ہے کیونکہ بائیبل میں یہ پیشگوئی تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے کی گئی تھی کہ موعود نبی جو باتیں کہے گا میرا نام لے کر کہے گا۔ لکھا ہے:۔

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں
میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور
اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور
جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان
سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی
میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے
کہے گا نہ سُنیگا تو میں اس کا حساب اس
سے لونگا" (استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸)

گویا ہر بار جب یہ آیت قرآن کریم کی سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی صورت میں آتی ہے تو یہود کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ کے معنے

اَلرَّحْمٰنُ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک عظیم اور اہم صفت ہے بلکہ بہت سی صفات کا سرچشمہ ہے۔ یہ فَعْلَانُ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں امتلاء اور کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ الرحمٰن کے معنے ہیں بہت ہی زیادہ اور بہت ہی کثرت سے رحم کرنے والا۔ بغیر کسی عوض کے اور بغیر کسی

عمل کے رحمت کرتا ہے اور اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ خدا کی اِس رحمت میں کا فرو مومن، دہریہ اور خدا پرست میں کوئی امتیاز نہیں سب پر بلا معاوضہ اور بلا مبادلہ بھی رحم نازل ہو رہا ہے۔ اسی رحمانیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لئے سلسلہ نبوت جاری کرے اور اسی رحمانیت کا تقاضا ہے کہ وہ قرآن کریم جیسی کتاب نازل فرمائے جس میں کسی انسانی کوشش اور مجاہدہ کا دخل نہیں۔ خالصۃً خدا تعالیٰ کی حمد کے لئے یہ مقدس اور کامل کتاب (قرآن مجید) بنی نوع کی ہدایت کے لئے نازل ہو۔

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کے معنے

اللہ تعالیٰ کی ذات جو رحمانیت کی صفت کی حامل ہے اس نے اپنے خاص رحم سے قرآن کریم سکھایا۔

لفظ القرآن میں یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ یہ کتاب ہمیشہ پڑھی جائے گی اور انسانوں کی دست برد سے محفوظ رہے گی۔ یہ واقعہ ہے کہ جس عقیدت و محبت کے ساتھ کثرت سے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے دنیا کی اور کوئی مذہبی کتاب نہیں پڑھی جاتی۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آسمانی کتابوں میں سے یہی ایک کتاب ہے جو من و عن وقتِ نزول سے لیکر اس وقت تک محفوظ ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝

اس نے انسان کو پیدا کیا۔ تمام مخلوقات کا جوہر اور کائنات کا سرتاج انسان ہے اسلئے انسان کو متوجہ کیا کہ اس کا پیدا کرنا اور رہنا نا بے مقصد اور بے حکمت نہیں۔

لفظ انسان کے اندر ہی اس کی پیدائش کا مقصد بھی بیان کر دیا کہ وہ اپنے اندر دو اُنس پیدا کرے۔ ایک اُنس خدا کے ساتھ اور دوسرا خدا کی مخلوق کے ساتھ۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

اسے فصاحت و قوتِ بیان بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں نطق کی بجائے بیان کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس میں زیادہ وسعت ہے نطق میں صرف گویائی شامل ہے لیکن بیان کے لفظ میں نطق یعنی گویائی، تحریر اور اشارات بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتِ بیانیہ عطا کی، اس کے اظہار کے طریق اور اشارات سکھائے اور ایسی استعداد بخشی کہ اپنے مافی الضمیر کو خوبی سے بیان کر سکے۔

الانسان سے تمام انسان کے علاوہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی مراد ہے کہ آپ پر قرآن کریم کا نزول ہوا۔ آپ کو ہی اس کا علم حقیقی عطا فرمایا اور آپ کا ہی وجود انسانوں میں سے کامل انسان، الانسان کا مقام رکھتا ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝

سورج اور چاند ایک مقررہ قاعدہ کے مطابق چل رہے ہیں معین اندازہ سے نکلتے اور چلتے اور غروب ہوتے ہیں جن سے سالی اور مہینوں کا حساب ہوتا ہے۔ یوں ہی بے تکے طور پر حرکت نہیں کرتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسخر ہیں۔ ان کی گردش انسان کے حق میں کیسی رحمت و برکت ہے۔ دنیا میں ایک باضابطہ نظام کو

ان کی ہر ایک حرکت ثابت کر رہی ہے۔ صرف سورج اور چاند ہی نہیں بلکہ

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝

نجم کے معنے ستارہ کے بھی ہیں۔ (یہ بھی یہاں مراد ہو سکتا ہے) کیونکہ پہلے سورج اور چاند کا ذکر تھا ساتھ ہی ستاروں کا بھی ذکر کر دیا۔ مگر چونکہ پہلی آیت سے الگ دوسری آیت میں النّجم کو الشّجر کے ساتھ رکھا ہے اسلئے یہاں النجم کے معنے ایسی بوٹیوں کے لئے گئے ہیں جن کا تنا نہ ہو اور الشّجر سے مراد ایسے درخت جو تنا رکھتے ہوں یعنی ہر قسم کی بوٹیاں اور درخت بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنے اپنے مقصدِ حیات کو پورا کرکے اس کی فرمانبرداری کر رہے ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝

اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور اونچا کیا اور توازن کا اصول مقرر کیا۔ یعنی آسمان اپنی تمام بلندیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے مقصدِ تخلیق کو پوری فرمانبرداری کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔ یہاں میزان کے معنے عدل کے ہیں۔ یہ سارا نظامِ کائنات پورے کا پورا عدل پر قائم ہے۔ اگر کمال درجہ کا عدل اور توازن اس نظام میں نہ ہو تو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ کائنات نہ چل سکے اور سب نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝

یہ کہتے ہوئے کہ تم عدل کے ترازو کو کبھی ایک طرف نہ جھکاؤ۔ طغیان کے معنے زیادتی کے ہوتے ہیں۔ عدل سے احتراز زیادتی ہے۔ کیونکہ اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ انسان جو کائنات کا مقصود ہے اس کا بھی فرض ہے کہ وہ توازن اور عدل کے اصول پر کاربند رہے، اپنے فرائض میں زیادتی اور کوتاہی نہ کرے۔ ہر بات میں حق کہے اور حق پر عمل کرے۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ میں اور عبادات و معاملات میں انصاف کا ترازو قائم رکھے، بے انصافی نہ کرے۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝

ہر بات میں عدل و انصاف کو قائم کرو اور تول کو کم نہ کرو۔

فرمایا۔ آخرت کے میزان کو گھاٹے سے اور نقصان سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ تم اس دنیا میں ناپ تول کا اور انصاف کا ہر حالت میں، ہر بات میں اور ہر امر میں خیال رکھو اور اس میزان میں کمی نہ آنے دو۔

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ

اور زمین کو تمام مخلوق کے فائدہ کے لئے بنایا۔ پہلے کرۂ سماوی کی چیزوں اور ان کے مقاصدِ تخلیق کا ذکر کیا تھا۔ اب کرۂ ارضی اور اس کی چیزوں کے ذکر کے ساتھ ان کی تخلیق کی غرض و غایت کا بیان شروع فرماتا ہے۔ اس آیت میں بتایا کہ زمین

مخلوق کے فائدہ کے لیے بنائی گئی ہے۔ لوگ اس پر بلا تکلف چلتے پھرتے ہیں۔ نہ وہ ڈگمگاتی ہے، نہ ایسی گول ہے کہ جس پر چلنا پھرنا مشکل ہو یا جس پر ٹھہرنا مشکل ہو بلکہ اس میں کئی مصلحتیں ہیں جو مخلوق کے فائدہ و راحت کا باعث ہیں۔ پھل، اناج، سبزیاں اور مختلف اشیاء جو زمین سے نکل رہی ہیں وہ اپنی اپنی حیثیت میں انسانی خدمت اور انسانی راحت کے لئے اپنا فریضہ ادا کر رہی ہیں۔ زمین کی ان اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ○

اس میں پھل بھی ہیں اور غلاف دار پھل والی کھجوروں کے درخت بھی ہیں۔

اکمام۔ کِمٌّ کی جمع ہے۔ پھل کے اُوپر جو غلاف ہوتا ہے، چھلکا، اسے کِمٌّ کہتے ہیں۔ مختلف پھلوں کا عمومی ذکر کر کے النَّخل، کھجور کے درخت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جو اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت قیمتی درخت ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی مثال کھجور کے درخت سے دی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا ہے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ کھجور کا درخت اور اس کی ہر چیز بہت ہی مفید ہے

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ○

اور (اس زمین میں) دانے بھی ہیں جن پر خول بھی ہوتا ہے اور خوشبودار پھول بھی ہیں۔ یہ سب چیزیں اپنے اپنے رنگ میں اپنی اپنی استعدادوں اور رغبتوں کے مطابق فائدہ دے رہی ہیں۔

کُرّۂ ارض اور کُرّۂ سماوی کی یہ اشیاء جہاں ایک نظام توازن اور عدل کے مطابق اپنے فریضہ کو ادا کر رہی ہیں اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کر رہی ہیں اور ان میں کسی قسم کا خلل ظہور میں نہیں آتا۔ بروقت برموقع ٹھیک ٹھیک اپنے فوائد اور اپنے تغیّرات سے متاثر کر رہی ہیں۔ یہ سارا نظام اِس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اِس کائنات اور اس کے نظام کو چلانے والا ایک مدبّر بالارادہ قادر و توانا واحد خدا ہے جس کی تدبیر و تقدیر سے یہ سارا نظام جاری و ساری ہے۔

سورۃ الرحمٰن کی اِن آیات میں جہاں یہ بتایا کہ اگر کائنات بغیر مقصد نہیں تو انسان کی پیدائش کیسے بغیر مقصد ہو سکتی ہے وہاں نہایت خوبی اور وضاحت سے یہ بھی بتایا ہے کہ اِس نظام کو چلانے والا ایک قادر و توانا اور مدبّر بالارادہ خدا ہے اور وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اِن عظیم نعمتوں اور عظیم قدرتوں اور عظیم احسانات کے ذکر کے بعد فرمایا:-

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○

بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ یعنی ان نعمتوں کے ملنے اور ان سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد تو انکار کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ اِس آیت کے سلسلہ میں چند باتیں بیان کرنا ضروری ہیں۔

آلَاءِ کا لفظ ہے جس کے ایک معنے ہیں نعمت و

احسان کے۔ دوسرے معنے ہیں قدرت یا عجائبات قدرت۔ ابن جریر طبری نے ابن زید کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا : فَبِاَیِّ قدرۃ اللّٰہ۔ یہ آیت اس سورۃ میں اکتیس مرتبہ آئی ہے۔ امام رازیؒ نے بعض جگہ اس سورۃ میں اٰلآء سے بیانِ نعمت کی بجائے بیانِ قدرت اور بعض جگہ عجائب قدرت کے معنے بیان کئے ہیں اور باقی جگہ نعمت کے بیان میں ہیں۔ تیسرے معنے اس کے کمالات اور فضائل کے ہیں۔ نابغہ مشہور شاعر کہتا ہے ؎

ھم الملوک و ابناء الملوک لھم
فضلٌ علی النّاس فی الاٰلاءِ والنعمِ

وہ بادشاہ ہیں اور شاہزادے ہیں۔ لوگوں
پر اپنے کمالات وفضائل اور نعمتوں کے
باعث فضیلت رکھتے ہیں۔"

اس آیت میں فرمایا رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت یا قدرت یا خوبی کا انکار کروگے؟ تم دونوں سے کون مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے تو جنّ و انس مراد لئے ہیں مگر آیت مذکورہ سے پہلے جنوں کا کوئی ذکر نہیں کہ انہیں خطاب میں شامل سمجھا جائے۔ پھر یہاں تکذیب کا ذکر ہو رہا ہے۔ تکذیب کا اور جن نعمتوں کا یہاں ذکر آیا ہے ان کا استعمال انسان سے تعلق رکھتا ہے۔ انسان ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسلئے یہاں جنّ سے مراد ایسے انسان ہیں جو عام طور پر مخفی رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں انسانوں کے ان دونوں گروہوں کا ذکر ہے۔ یا اس سے مراد مومن اور کافر یا بڑے اور چھوٹے یا اہل مشرق اور اہل مغرب مراد ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب

آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اس سورۃ میں اکتیس مرتبہ دوہرائی گئی ہے۔ اس تکرار پر اعتراض کیا گیا ہے کہ بلاغت کے منافی ہے۔ چنانچہ نولڈکی جرمن مستشرق نے اس تکرار کو کلام کی خوبی اور بلاغت کے منافی قرار دیا ہے۔ بعض مستشرقین عام طور پر ایسے اعتراض کر دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کی عجیب شان ہے کہ خود اُن کے ہی ہم مذہب جو عربی ادب اور اس کی باریکیوں سے نسبتاً زیادہ واقفیت رکھتے ہیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کے اعتراضات کا مسکت جواب دے دیتے ہیں۔ چنانچہ مشہور عیسائی ادیب ڈاکٹر انیس مقدسی پروفیسر امریکن یونیورسٹی بیروت نے نولڈکی کے اس اعتراض کا یہ جواب تحریر کیا ہے کہ :۔

"النّسق الخطابی یقتضی
التکریر کما ھو معروف"
(تطور الاسالیب النثریّۃ ص ۴۹)

کہ اسلوب خطابی میں تکرار ایک
بنیادی تقاضا ہے اور یہ معروف
استعمال ہے۔"

علماء بلاغت نے عربی زبان کے اسالیب بیان کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے (۱) الاسلوب العلمی (۲) الاسلوب الادبی (۳) الاسلوب الخطابی

قرآن مجید کی آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اسلوبِ خطابی سے ہے جس کی تعریف یہ ہے :-

" ومن اظہر مميّزات
هذا الاسلوب التكرار
واستعمال المترادفات
وضرب الامثال واختيار
الكلمات الجزلة وذات
الرنين ۔"

(البلاغة الواضحة)

یعنی اسلوبِ خطابی میں نمایاں اور امتیازی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں تکرار ہوتی ہے، ضرب الامثال کو بیان کیا جاتا ہے اور ایسے کلمات اور الفاظ کا انتخاب کیا جاتا ہے جو شاندار اور پُرشوکت اور خاص ساخت کے حامل ہوتے ہیں۔"

پس قرآن کریم کا اس آیت کو بطور تکرار کے استعمال کرنا نہ صرف یہ کہ بلاغت کے خلاف نہیں بلکہ بلاغت کے اصولوں کی رُو سے اِس تکرار سے لفظی اور معنوی حُسن ثابت ہوتا ہے۔ ذوقِ سخن رکھنے والے ہی اس سے لُطف اُٹھاتے ہیں اور اس کی قدر و عظمت کو سمجھتے ہیں۔ پھر تکرار سے مقصود توجہ دلانا بھی ہوتا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام سے ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے اِس آیت کے تکرار کی وجہ دریافت کی تو حضور نے فرمایا کہ اِس طریق سے توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب یہ آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پڑھی جائے تو سُننے والے کہا کریں :-

اَللّٰهُمَّ وَلَا بِشَيْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ
نُكَذِّبُ . فَلَكَ الْحَمْدُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دارقطنی میں اور حضرت جبیر بن مطعمؓ سے ترمذی میں روایت ہے جو ان الفاظ سے ملتی جُلتی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ آیت پڑھی جائے تو سُننے والے

لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا
نُكَذِّبُ

پڑھا کریں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ

ایسی مٹی سے انسان کو پیدا کیا ہے جس میں بجنے اور کھنکنے کا مادّہ ہے یعنی بولنے کا۔ گویا انسان ایک خاص قسم کی مٹی کے خمیر سے بنا ہے جس میں قبولیتِ الہام کا بھی مادّہ ہے اور پھر اس کو بیان کرنے اور سمجھانے کا بھی مادّہ ہے۔ یہ صلصال کا مادّہ جس سے انسان بنا ہے وحی و الہام کی آگ میں پکتا ہے تو کالفخّار ہو جاتا ہے یعنی بجنے والے ڈھول کی طرح۔ الہام اور وحی سے انسان ایک خاص استعداد کا مالک ہو جاتا ہے اور وہ بطور آسمانی "نفیر" کے دُنیا کے سامنے آتا ہے۔ انسانوں کا یہ وہ گروہ ہے جو فطرتی طور پر قبولیت اور اطاعت کا مادّہ رکھتے ہیں۔ ان کے برعکس انسانوں کا ایک ایسا گروہ ہے جو آتشی مادّہ اپنی

فطرت میں رکھتا ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝

اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ قرآن کریم میں بیشک جنوں کا ذکر ہے مگر وہ اس قسم کی مخلوق نہیں جو عوام میں مشہور ہے اور جن کا خیال ضعیف الاعتقادی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جنوں کا مِنْ مَّارِجٍ پیدا کرنا اسی طرح ہے جیسے فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انبیاء) کہ انسان **جلد بازی** سے پیدا کیا گیا ہے۔ تمام مفسرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان میں جلد بازی کا مادہ ہے۔ پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ (الروم) کہ تم کو ضعف یعنی کمزوری سے پیدا کیا ہے۔ کیا ضعف بھی کوئی مادہ ہے جس سے انسان کو پیدا کیا گیا۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ ضعف مادہ نہیں جس سے خدا نے انسان کو بنایا ہے بلکہ اس سے مراد ہے کہ انسان میں کمزوری فطرتاً پائی جاتی ہے۔ پس قرآن کریم کے استعمال سے یہ ثابت ہے کہ مارج کوئی مادہ نہیں بلکہ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانوں کا ایک ایسا گروہ ہے جو شعلہ مزاج ہے اور اپنے اندر آتشی مادہ رکھتا ہے، فوراً غضبناک ہو جاتا ہے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار اور تکذیب کروگے؟ انسانوں کے دونوں گروہوں جن و انس، عوام و خواص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنی اصلیت اور ماہیت پر غور کرو۔ تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنو اور اس کی نعمتوں کی تکذیب و انکار کے مرتکب نہ ہو۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝

وہ دونوں مشرقوں کا بھی رب ہے اور دونوں مغربوں کا بھی رب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سردیوں میں سورج کا طلوع اور جگہ سے ہوتا ہے اور گرمیوں میں اور جگہ سے۔ اسی طرح ہر دو موسموں میں غروب بھی الگ الگ مقامات میں ہوتا ہے۔ اس طرح دو مشرق اور دو مغرب ہوئے۔ یا دو مشرقوں اور دو مغربوں سے یہ مراد ہے کہ دو جائے طلوع آفتاب ہیں اور دو غروب آفتاب یعنی اس دنیا میں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دوسری دنیا میں غروب ہو رہا ہوتا ہے اور جب اس دنیا میں غروب ہو رہا ہوتا ہے تو دوسری دنیا میں طلوع ہو رہا ہوتا ہے یعنی پرانی دنیا اور نئی دنیا دو مشرقوں اور دو مغربوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ گویا وہ ساری دنیا کا رب ہے اور ساری دنیا کا رب ہونے کے لحاظ سے اس کی رحمانیت نے یہ تقاضا کیا کہ اس کا نور بھی ساری دنیا میں پھیلے اور ساری دنیا وحی الٰہی اور ہدایتِ قرآنی سے روشن ہو جائے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب اور انکار کروگے؟ یہاں تو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک۔ دنیا کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک ہدایت آسمانی

کے پھیلانے کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں، اسباب مہیا کر دیئے گئے ہیں تا ان سب خطوں کے رہنے والے اس نور سے منور ہوں۔ اس عظیم نعمت اور عظیم احسان کے ہوتے ہوئے انکار اور تکذیب کی بھلا گنجائش ہی کہاں ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ اس نے دو سمندروں کو اس طرح چلایا ہے کہ وہ ایک وقت میں مل جائیں گے۔

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ (میر درست)

ان کے درمیان ایک پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے میں داخل نہیں ہو سکتے۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے بعض اور احسانات کا ذکر کیا ہے اور پیشگوئی کی ہے کہ اگرچہ اس وقت دو سمندر ایسے ہیں کہ وہ آپس میں ملے ہوئے نہیں اور ان کے درمیان ایک روک ہے خشکی ہے۔ لیکن وقت آنے والا ہے کہ وہ آپس میں مل جائیں گے۔ چنانچہ چودہ سو سال پہلے کی دی ہوئی خبر اس وقت پوری ہو گئی جب بحیرہ قلزم اور بحر احمر کے درمیان کی خشکی کو دُور کر کے اور نہر سویز کھود کر دونوں سمندروں کو آپس میں ملا دیا گیا۔ دوسری طرف بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل کے درمیانی علاقہ کی خشکی کو دُور کر کے نہر پانامہ کھود کر دونوں سمندروں کو آپس میں ملا دیا۔

پھر دو سمندروں کے آپس میں مل جانے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس وقت اگرچہ مذہب اور سائنس میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے اور گذشتہ کئی صدیوں میں مذہب کو اس وجہ سے ناکارہ سمجھا جاتا رہا ہے اور اب بھی دنیا کے بہت بڑے حصہ میں ایسا ہی سمجھا جاتا ہے جس کی وجہ یہ بتائی جاتی رہی ہے کہ حقائقِ عالم اور سائنسی انکشافات کے خلاف مذہب اور روحانیت کے قوانین نظر آتے ہیں۔ بے شک ایک وقت تک یہ صورتِ حال تھی لیکن آج حضرت بانی احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی جو تعبیر کی ہے اور سائنس اور فلسفہ کی جس رنگ میں تشریح کی ہے اس سے ان دو علموں میں کوئی تضاد اور مغایرت نہیں رہتی۔ آپ نے بڑے زور سے اس بات کو بیان کیا کہ خدا کے قول اور خدا کے فعل میں کبھی تضاد نہیں ہو سکتا۔ گویا ان دونوں سمندروں کو بھی آپس میں ملا دیا گیا۔ مادیت و روحانیت کا تعلق اور باہم ربط ثابت کیا گیا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت اور قدرت کا انکار کرو گے اور تکذیب کرو گے؟

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝

ان دونوں سمندروں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ موتی سیپ میں پیدا ہوتا ہے۔ سُرخ و سفید رنگت رکھتا ہے۔ کیا اس کی خوبصورتی ہے اور کیا خدا کی صنعت

ہے۔ مرجان ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخیں رکھتا ہے اور سمندر کی تہ سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں یعنی موتی اور مونگا نہر پانامہ اور نہر سویز کے علاقوں میں بکثرت ملتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے عظیم کرشمے ہیں۔ کیسی کیسی خوبصورت دلکش چیزیں اُس نے میٹھے اور کھارے پانیوں سے نکالی اور بنائی ہیں۔

اگر روحانی اور مادی سمندروں کا ملنا مراد سمجھا جائے یعنی سائنس اور مذہب کے سمندر آپس میں مل جائیں گے مراد ہو تو پھر یہ مفہوم لیا جائے گا کہ روحانی طور پر خدا کے فعل اور اس کے کلام میں بے شمار قیمتی حقائق ہیں جو ظاہر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ وہ اپنی قدر و قیمت میں موتیوں اور مرجان سے کسی طرح کم نہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ پھر بتاؤ کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت اور کس کس قدرت کی تکذیب اور انکار کرو گے؟

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ○ اور اس کی بنائی ہوئی کشتیاں ہیں اور اس کے بنائے ہوئے جہاز بھی ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

اَلْمُنْشَئٰتُ: مُنْشَأَةٌ کی جمع ہے جو اسم مفعول مؤنث ہے جس کے معنے ہیں اونچی کی گئی، بلند کی گئی۔ یعنی جہاز جو اونچے اونچے اور بلند و بالا حجم میں بنائے گئے ہیں اور سمندروں میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ پھر بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟

بلند پہاڑوں جیسے جہازوں سے مراد دخانی جہاز ہیں جو اس زمانہ کی خاص ایجاد ہیں۔ یہ بھی ایک پیشگوئی تھی جو پوری ہو گئی اور اس زمانہ میں سمندری سفر کرنے والے اس پیشگوئی کی سچائی کے گواہ ہیں۔ اور ہم میں سے بہت ہیں جنہوں نے ان سمندری جہازوں پر سفر کیا اور خدا کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھایا۔ دنیا کا تجارتی سامان اور ایک ملک کا مال دوسرے ملک میں ان جہازوں کے ذریعہ آتا اور جاتا ہے اور اس طرح انسانوں کے سب گروہ، مغرب والے بھی اور مشرق والے بھی، فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان بے شمار قسم کی نعمتوں اور احسانات کو دیکھ کر اور اپنے آپ کو ان کا مورد پا کر کس طرح انسان انکار و تکذیب کی جرأت کر سکتا ہے؟

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○

ہر ایک جو اس زمین پر ہے آخر ہلاک ہونے والا ہے اور بچتا صرف وہ ہے جس کی طرف تیرے

جلال والے خدا کی توجہ ہو۔

یعنی سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں جو باقی رہنے والی ذات ہے اس سے تعلق پیدا کرو اور وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے یا وہ چیز باقی رہنے والی ہے جس کی طرف اس کی توجہ ہے۔ اسلئے اس سے تعلق پیدا کرو۔

وَجْهُ رَبِّكَ میں آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ اے ہمارے رسول! تم تو اس بات کو خوب سمجھتے ہو اور جانتے ہو اور تمہارا عمل، تمہاری سیرت اور تمہارا کردار اس بات کا شاہد ہے کہ اصل تعلق تو خدا تعالیٰ سے ہی ہونا چاہیئے اور اسی میں حقیقی فائدہ ہے۔ دنیا کی چیزوں سے دل لگانا تو سب فضول اور جھوٹی کہانی ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے اور کس کس نعمت اور قدرت کو جھٹلاؤگے؟

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ اسی سے اپنی ضرورتیں طلب کرتا ہے اور وہ ہر وقت ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اپنی نشو و نما کے لئے ہر حال میں خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا محتاج ہے۔ رحم مادر کے اندر جنین کی نشو و نما کا تقاضا کچھ اور ہے اور بچے کی پرورش کا تقاضا کچھ اور ہے۔ اسی طرح بڑھاپے کی زندگی کا تقاضا کچھ اور ہے۔ ان سب حالتوں میں اللہ تعالیٰ ایک نئی شان، ایک نئی تجلی اور ایک نئی قدرت اور ایک نیا کام انجام دیتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ یعنی وہ ہر حال میں نئی نئی تجلیات ظاہر کرتا ہے۔ جب دنیا کی ہر ایک شیٔ اُسی کے ذریعہ تربیت سے نشو و نما پارہی ہے اور اسی کے سامنے قولاً وحالاً دستِ سوال دراز کئے ہوئے ہے تو پھر اسکی نعمتوں کا

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

اے دونوں زبردست طاقتو! ہم تم دونوں کے لئے فارغ ہو رہے ہیں۔ پھر بتاؤ کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے؟

جب اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ ہم فارغ ہو رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ گویا خدا مصروف ہے اور اس مصروفیت کے باعث وہ کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ عربی زبان میں جب فَرَغَ لَهٗ یا فَرَغَ اِلَيْهِ استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں۔ قصد کرنا۔ یعنی سزا کا ایک وقت مقرر ہے اُس وقت اُن کی طرف توجہ کریں گے، قصد کریں گے اور سزا دیں گے۔ خدا تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اس کی ایک شان دوسری شان کو روکتی ہو اور نہ ہی اس کی فراغت ایسی ہے

جیسی بعض مذاہب کے نزدیک ہے کہ وہ نعوذ باللہ زمین و آسمان پیدا کرکے اب بیکار بیٹھا ہے۔

الثَّقَلٰنِ - ثَقَلٌ کا تثنیہ ہے۔ اس کے معنے ہیں نفیس یا اہم چیز یا سواری پر لدا ہوا بوجھ۔ ثِقْلٌ کے معنے بوجھ کے ہیں۔ یعنی ایسے دو گروہ جو خود بھی گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور دنیا کے لئے بھی اپنی سازشوں اور حرکتوں کے باعث بوجھ بنے ہوئے ہیں۔

ان سے مراد یا تو وہ دونوں گروہ ہیں جن کو جنّ و انس سے تعبیر کیا ہے یا عرب اور عجم کے وہ لوگ ہیں جو آسمانی ہدایت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں یا وہ دو معروف سیاسی بلاک ہیں جو روس اور امریکہ اور انکے حامیوں کی وجہ سے موجودہ دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ یا اس سے مراد سرمایہ دار اقوام اور مزدوروں کے حامی لوگ ہیں۔ یہ دونوں قسم کے طبقات ایک دوسرے کی تباہی کے لئے ایسے ایسے سامان جمع کر رہے ہیں اور اس قسم کا ایندھن اکٹھا کر رہے ہیں جو دنیا کی تباہی بربادی کا باعث ہوگا۔ یہ اتنی خطرناک تباہی کی نشاندہی ہے کہ جس کے نتیجہ میں آبادیوں کے نام و نشان مٹ جائینگے اور انسانی ایجادات اور صنعتیں اور کمالات کے نمونے جو اس دنیا میں نظر آرہے ہیں وہ سب نسیاً منسیاً ہوجائیں گے۔ حالات بتاتے ہیں کہ وہ دن قریب سے قریب تر آرہے ہیں۔ دنیا کی یہ دونوں بڑی طاقتیں اور ان کے حامی جس خطرناک کھیل میں اس وقت مصروف ہیں اس کا نتیجہ وہ جلد ہی دیکھ لیں گے۔ مگر اس تباہی و بربادی کے نتیجہ میں یہ قومیں اور ان کی تہذیب تو فنا ہو گی لیکن اسلام کو از سرِ نو ایک نئی طاقت، ایک نئی شان اور ایک نئی عظمت عطا کی جائے گی۔

ع ہے یہ تقدیرِ خداوند کی تقدیروں سے

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

اے جنّ و انس کے گروہ! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو، تو نکل کر دکھا دو۔ تم دلیل کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے۔ سو بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟

اس آیت کا ایک تو یہ مطلب ہے کہ تم آسمانی تعلیم کا مقابلہ زور سے نہیں کرسکتے اور اپنی طاقت کے بل پر اس سے تم آزاد نہیں ہوسکتے۔ صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دلیل کے ذریعہ تم آسمانی تعلیم کو باطل کر دو۔ مگر دلیل تمہارے پاس موجود نہیں۔

دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ انسانوں کے ان دونوں گروہوں، ان دونوں بھاری اور عظیم طاقتوں کو جو دنیا کے لئے ایک خطرناک بوجھ بنی ہوئی ہیں اور اپنے گناہوں اور شرارتوں اور سازشوں کے باعث خود بھی بوجھ تلے دبی ہوئی ہیں اور ساری دنیا کے امن کو بھی خطرہ میں ڈال رکھنے کی مجرم ہیں ان کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ تم دنیا جہان

کے ہتھیار، سامان، بم، راکٹ اور جو کچھ چاہو بنا لو تم سزا سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ جہاں بھی جاؤ گے خدا کی حکومت (سلطان) کو پاؤ گے اور اس کی گرفت میں آؤ گے۔

تیسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ ان سزاؤں سے بچنے کا ایک ہی علاج ہے اِلَّا بِسُلْطٰنٍ کہ خدا کی حکومت میں آجاؤ، اس کی عظمت کو تسلیم کرلو، آسمانی ہدایت کے ذریعہ جس آسمانی بادشاہت کی تم کو خبر دی گئی ہے اس کو قبول کرلو تو تم تباہی سے بچ جاؤ گے۔

اس آیت کے بعد پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں اور احسانوں کا انکار کروگے اور تکذیب کروگے؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے فی الواقع اپنی نعمتوں اور نوازشوں کا ذکر کیا ہے اس کے بعد یہ فرمانا کہ تم کن کن نعمتوں کا انکار کروگے اس کا مطلب تو سمجھ آسکتا ہے لیکن جہاں عذاب اور سزا اور تباہی و بربادی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد نعمتوں کے جھٹلانے کا کیا مطلب ہوا؟

اگر آپ غور کریں گے تو بآسانی سمجھ لیں گے کہ ان دکھوں، مصیبتوں، سزاؤں کا پہلے بتا دینا یہ بھی بجائے خود ایک بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے تاکہ بندے ان خبروں سے، ان تنبیہوں سے ڈر کر بُرے کاموں سے باز آجائیں۔ نافرمانیوں اور شوخیوں سے توبہ کریں اور نیکی و ہدایت کی راہ کو اختیار کرلیں اور آسمانی ہدایت کو قبول کریں۔ بروقت تنبیہ یہ بھی ایک بہت بڑا احسان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک یہ بھی اس کا بڑا احسان، کرم اور فضل ہے کہ اپنے بندوں کو تنبیہ کرکے آئندہ کی تباہیوں سے بچنے کا ایک عظیم گر بتا رہا ہے۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تم پر آگ کا ایک شعلہ گرایا جائے گا اور تانبا بھی گرایا جائیگا پس تم دونوں ہرگز غالب نہیں آسکتے۔ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

شُوَاظٌ ایسے شعلہ کو کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو (ابن عباس) اور نُحَاسٌ ایسے دھوئیں کو کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو۔ ایسی آگ جس میں تانبا ڈالا جائے اور گندھک وغیرہ۔ وہ آگ بہت تیز ہوتی ہے۔ اس سے مراد بم ہیں جو آئندہ تباہی و بربادی کے لئے یہ قومیں تیار کر رہی ہیں۔ اگرچہ یہ قومیں ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور دوسرے آتشیں اسلحہ اپنے بچاؤ کے لئے تیار کر رہی ہیں مگر یہی ایندھن ان کی خطرناک بربادی کا باعث بننے والا ہے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝

جب آسمان پھٹ جائے گا اور سُرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ وہ آخری فیصلہ کی گھڑی ہوگی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ اب تم بتاؤ کہ

تم دونوں اپنے ربّ کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

اِس تہدید سے بچ کر جس کا ذکر اوپر آیا ہے اگر تم نیکی کی طرف متوجہ ہو جاؤ تو یہ کوئی خدا کا کم احسان نہیں۔ اس تہدید کے عملی ظہور کے وقت کیا حالت ہوگی فرمایا:-

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ○ اس فیصلہ کے دن نہ انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا نہ جن سے۔

ان کے اپنے کوائف، حالات اور آثار سب کچھ بتا رہے ہوں گے جس کے باعث ان کے گناہوں اور ان کی شرارتوں کی سزا انہیں خود بخود گھیر لے گی۔ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ اب تم دونوں بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں اپنے ربّ کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

اب خود ہی وجہ بھی بتا دی کہ ان کو سزا دیتے وقت کیوں نہ پوچھا جائے گا۔ فرمایا:-

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ مجرم اپنے چہروں کی علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے اور اپنے ماتھے کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لئے جائیں گے اور ان کو دھکیل کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور ان کو بتایا جائے گا کہ یہ وہ جہنم اور دوزخ ہے جس کا تم انکار کر رہے تھے یا یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم کہاں اس میں پھنس سکیں گے اپنے ذرائع، اپنے اسلحہ، اپنے اقتدار کے باعث۔ اب ان کی سب امیدیں خاک میں مل جائیں گی۔ اور خدا فرمائے گا:-

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ یہ وہ جہنم ہے جس کا مجرم لوگ انکار کرتے ہیں۔

اُخروی جہنم بھی مراد ہے جو قیامت میں ظہور پذیر ہوگا۔ وہاں ان کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا اس کا نقشہ کھینچا ہے اور اِس دنیا میں جو جہنم یہ خود پیدا کر رہے ہیں جس کے لئے آتشیں اسلحہ اور ایندھن جمع کر رہے ہیں اس میں آخر خود ہی دھکیل دیئے جائیں گے اور ہر دم اور ہر آن بے چینی کی کیفیت میں مبتلا رہیں گے اور دوزخ میں ہی گھرے رہیں گے۔ فرمایا:-

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ○

جب اِس دوزخ میں داخل ہونے کا دن آئیگا وہ اُس (دوزخ) کے درمیان اور اُبلتے ہوئے پانی کے درمیان گھوم رہے ہوں گے۔

اٰنٍ - اٰنِ کا مادہ ہے جس کے معنے ہیں سخت گرم ہونا - اٰنٍ اس سے اسم فاعل ہے۔ گرم کھولتا ہوا پانی۔

اس آیت میں اس حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ ان اقوام کو دونوں طرف مصیبت ہی مصیبت نظر آتی ہے یعنی اگر جنگ کی تیاری پر خرچ کریں گے تو اقتصادی مشکلات میں مبتلا ہوں گے اور اگر تیاری چھوڑیں گے تو جنگ میں دشمن کا شکار ہو جائیں گے اور ان باتوں سے ہم تمہیں اسلئے آگاہ کر رہے ہیں کہ ان سے بچنے کا سامان کر لو اور یہ اطلاع تمہارے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

دوزخیوں کی حالت اور ان کی کیفیت اور جس قسم کی دوزخ کو وہ خود اپنے اعمال سے تیار کریں گے اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ ان کا ذکر شروع کرتا ہے جو ہدایتِ آسمانی کے قبول کرنے والے ہوں گے اور خدا کے حکموں کے فرمانبردار اور نظامِ الٰہی کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہوں گے۔ فرماتا ہے:۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝

اور جو شخص اپنے ربّ کی شان سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں (دنیوی بھی اور اخروی بھی)۔

مقام۔ ایک معنے مرتبہ اور شان کے ہیں۔ یعنی جو خدا کے مرتبہ اور شان سے ڈرتا ہے اور اسکے مطابق کام کرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ دوسرے معنے ہیں جو خدا کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے۔ تم ہیں یعنی خدا کے حضور ادب اور عجز و انکسار کے ساتھ آتے ہیں ان کے دلوں میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی اس کی اعلیٰ شان اور اعلیٰ قدرتوں کا تصور ہوتا ہے اس کے باعث ان میں ایک خاص قسم کا ادب اور عجز و انکساری کی روح پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت اس مقام پر اپنے آپ کو رکھنے کے لئے ایسے اعمال بجا لاتے ہیں کہ ان کا عجز و انکسار اور ادب معلوم ہوتا ہے۔

ان مضمون کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو دنیا میں اس بات سے ڈرا کہ ایک دن مجھے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا اور اس کے سامنے جانا اور حساب دینا ہے وہ بدیوں سے رکا رہتا ہے۔ گویا یہ تصور ایک زبردست محرک ہو جاتا ہے نیکیوں کے کرنے کے لئے اور بدیوں سے بچنے کے لئے۔ پھر ایسے شخص کو خدا کی طرف سے جنتوں کا انعام کیوں نہ ملے۔

اس قسم کے نیک بخت، سعادت مند لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا نعمتیں کیا کیا انعامات کیا کیا لطیف اور لذیذ چیزیں ملیں گی ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ اس آیت سے شروع کر کے سورۃ کی آخری آیت تک کیا گیا ہے۔ ان آیات اور ان کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرنے سے پہلے جَنَّتٰنِ کی وضاحت ضروری ہے جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کا خوف رکھنے والوں، اس کے مقام و مرتبہ کا ادب کرنے والوں کو دو جنتیں ملیں گی۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝

دونوں جنتیں بہت سی شاخوں والی ہوں گی یعنی ان کے درخت بڑے گھنے ہونگے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

پس تم دونوں اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ۝ ان دونوں
جنتوں میں دو چشمے (پانی کی کثرت کے ساتھ) بہہ رہے
ہوں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ پھر بتاؤ
تو سہی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا
انکار کرو گے؟

فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝ ان
دونوں میں ہر قسم کے میوے دو دو قسم کے ہوں گے۔
اندرونی طور پر بھی وہ لذت والے ہوں گے
اور ظاہری شکل میں بھی خاص جاذبیت اور خوبصورتی اور
حسن سے مالا مال ہوں گے جو جسمانی اور روحانی طور پر
فوائد سے بھرپور ہوں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ پھر بتاؤ
کہ تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟
ان جنتیوں کی (جو جنت میں ہوں گے) کیا
کیفیت ہوگی۔ فرمایا:-

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝

جنتی لوگ فرش پر ایسے تکیے لگائے ہوئے ہوں گے
جن کے استر تافتے کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے
پھل (اپنے بوجھ سے) جھکے ہوئے ہوں گے۔ ہاتھ
بڑھاؤ اور پھل توڑ لو۔ پھر یہی نہیں بلکہ پاکدامن ساتھی
اور نیک اور پاک سیرت عورتیں بھی ہوں گی۔ فرمایا:-

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝

ان جنتوں میں نیچی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی
جن سے نہ تو ان جنتیوں سے پہلے انسانوں نے تعلق
رکھا ہوگا اور نہ جنوں نے یعنی کسی غیر سے ان کا
تعلق نہ ہوگا۔ پاکباز ہوں گی۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ
نگاہوں کو روکنے والی ہوں گی۔ ادھر ادھر دیکھنے
والی نہ ہوں گی۔ اپنی نگاہوں کو روک کر رکھنے والی
ہوں گی۔ یہ جنتی عورت کی تعریف ہے کہ وہ ان پاکیزہ
خصائل کی حامل ہوتی ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ پس بتاؤ
تو سہی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس
کا انکار کرو گے؟

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہوں گی۔
پہلے ان کی سیرت و اخلاق کی پاکیزگی کا ذکر
کیا جو صورت سے مقدم ہے۔ اب ظاہری صورت
کا بیان ہے کہ وہ رنگ میں یاقوت کی طرح سرخ و سفید
ہوں گی اور مرجان کی طرح نازک اور قد آور ہوں گی

مقبول صورت اور خوش منظر ہوں گی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ سوئم

بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں اپنے ربّ کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

اللہ تعالیٰ کے ان احسانات، نوازشات اور نعمتوں کا مورد ہونے کے بعد انسان کا فرض ہے کہ وہ بھی احسان کا وصف اپنے اندر پیدا کرے چنانچہ فرمایا

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۝

کیا احسان کی جزا احسان کے سوا اور بھی ہو سکتی ہے؟ یعنی احسان کا بدلہ انسان کو احسان ہی سے دینا چاہیئے۔ امام حقانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایسی ہے جس کے سَو معانی ہیں۔ اگرچہ انھوں نے ان معانی کی تفصیل اپنی تفسیر میں نہیں دی۔ تاہم اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا کا کلام کئی بطن رکھتا ہے اور اس میں کئی قسم کے معارف ہوتے ہیں۔ غور کرنے سے تین چار معنے جو اس وقت ذہن میں آتے ہیں بیان کر دیتا ہوں۔

ایک تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احسانات کئے ہیں ان احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنا اندر شکر کے جذبات پیدا کریں اور اس کے حضور جھک جائیں اور اس کی ایسی عبادت کریں کہ گویا خدا کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے احسان کے معنے میں یہ فرمایا۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کہ تو خدا کی ایسے رنگ میں عبادت کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ اور اگر یہ کیفیت نہ ہو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو تو یہ کیفیت تو ضرور ہونی چاہیئے کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

دوسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے، اس قدر نعمتوں سے نوازا ہے، اس قدر عظیم قدرتیں اس کی خاطر ظہور میں آتی ہیں تو بندوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اپنے جیسے بندوں پر احسان کریں اور ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا معاملہ کریں جس میں حسن ہو کیونکہ یہ بھی شکر کی ادائیگی کی ایک صورت ہے۔

تیسرے معنے اس کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ دنیا میں نیکی کے قیام اور اس کو معاشرہ میں پھیلانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر انسان جب کسی سے نیکی کرے، احسان کرے تو اگلا بھی نیکی کرے اور احسان کرے۔ اگر یہ سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہو جائے کہ نیکی کے بدلہ میں نیکی ہی کرنی ہے تو معاشرہ میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور نیکی کی فضا قائم ہو جائے گی۔

چوتھے معنے اس آیت کے یہ بھی ہیں کہ جو اس دنیا میں نیکی اور احسان کا معاملہ کرتا ہے اسے اسکے بدلہ میں آخرت میں نیک [illegible] اجر ملتا ہے اور اس [illegible] خدا [illegible] احسان کا معاملہ فرماتا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم نیکی کرو اور خدا تم کو اس کا نیک اجر نہ دے اور تم پر احسان نہ کرے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پس بتاؤ

توبھی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے ؟

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ اور ان

دو جنتوں کے سوا اور دو جنتیں بھی ہوں گی۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پس بتاؤ

توبھی کہ تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ تثنیہ ہے مُدْهَامَّةٌ

کا۔ مُدْهَامَّةٌ ایسی گہری سبزی کو کہتے ہیں جو انتہائی شادابی کے باعث سیاہی مائل ہوگئی ہو۔ دونوں جنتیں گہری سبز رنگ کی ہوں گی۔ جنتوں اور باغات کی تعریف میں ان کی دلکش رنگت کا ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ درجہ کی شادابی کا بھی ذکر کردیا ہے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝

نَضَّاخَتٰنِ - نَضَّاخَةٌ کا تثنیہ ہے۔ نَضَّاخَةٌ کے معنے ہیں زور سے اچھل کر نکلنے والا۔ آیت کے معنے ہوئے۔ ان دونوں جنتوں میں دو چشمے نعرہ اور جوش سے پھوٹ رہے ہوں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سو بتاؤ

توبھی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے ؟

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝

ان میں میوے بھی ہوں گے اور کھجوریں اور انار بھی۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پھر بتاؤ

کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار انکار کروگے ؟

ان آیات میں اُن دو جنتوں کی تفصیل ہے جو پہلی دو جنتوں کے علاوہ ہیں۔ ان دو جنتوں سے کیا مراد ہے؟ اگر دُوْن کے معنے "کم" لئے جائیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ دو جنتیں پہلی دو جنتوں کی نسبت سے کم حیثیت کی ہیں۔ پہلی دو جنتیں انبیاء اور اولیاء کے لئے ہوں گی اور یہ دو جنتیں مومنین اور عام صلحاء کے لئے ہوں گی۔

یا ان دو جنتوں سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ یہ جنتیں دنیا کی ہوں اور پہلی دو جنتیں جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے وہ اُخروی زندگی کی ہوں۔

پہلے فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. خدا سے ڈرنے والے کے لئے دو جنتیں ہیں۔ اب فرمایا کہ ان کے علاوہ بھی دو اور جنتیں ہیں۔

نعماءِ جنّت کی کیفیت

جنت کا جو نقشہ یہاں یا قرآن کریم کے بعض

دوسرے مقامات میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک روحانی جنت کا نقشہ ہے۔ روحانی جنت کی چیزیں بھی روحانی ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے اسکی وضاحت فرمادی اور بتایا:-

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔

متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے یہ چیزیں یہ تفصیلات بطور مثال اور تمثیل کے ہیں۔ ان کیفیات کو اس مادی دنیا کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے مادی اشیاء سے مماثلت ظاہر فرمائی ہے ورنہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کا تو اس جہان میں انسان پورے طور پر تصور نہیں کرسکتا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لاعین رأت ولا اذن سمعت
ولا خطر علیٰ قلب بشر۔

کہ جنت کی نعماء اور کیفیات تو اس قسم کی ہیں کہ کسی آنکھ نے نہ ان کو دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسانی دل میں اس کا نقشہ آسکتا ہے کہ وہ کس قسم کی ہوں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا مبداء اور منبع روحانی امور ہیں۔ ہاں وہ چیزیں دوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آئیں گی مگر اس جسمانی عالم سے نہ ہوں گی۔" (صـ۹۶)

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۞

ان جنتوں میں نیک اور خوبصورت عورتیں ہوں گی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞

سو بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

خَيْرٰتٌ میں ان جنتی عورتوں کی سیرت کا ذکر کیا ہے کہ وہ بہت اچھی سیرت کی ہوں گی۔ اور حِسَانٌ میں ظاہری شکل وصورت کے اچھا ہونے کا ذکر ہے۔ ہر لحاظ سے وہ قابلِ قدر عورتیں ہوں گی۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ۞

وہ عورتیں سیاہ آنکھوں والی ہوں گی اور خیموں کے اندر رکھی گئی ہوں گی۔ یعنی صرف خاوندوں تک ہی نگاہ رکھتی ہوں گی۔ انتہائی شرافت انکی اعلیٰ حیاء اور پاک دامنی کی حامل ہوں گی۔ بے ضرورت پھرنے والی نہ ہوں گی بلکہ اپنی رہائش کے مقامات میں وقار کے ساتھ رہنے والی ہوں گی۔ خیموں میں ہونے سے یہی مراد ہے کہ وہ عام طور پر ظاہر نہ ہوں گی اور پردوں میں رہیں گی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞

پس بتاؤ تم بھی

کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے؟

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ○

نہ تو ان کو جنت میں داخل ہونے والوں سے پہلے کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ جن نے۔

یعنی یہ وہ پاکباز اور پاک سیرت عورتیں ہونگی جو محض توبہ کر کے نیک نہیں ہوئیں بلکہ پیدائشی طور پر پاکباز اور حیادار ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ پس بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کروگے؟

ان جنتوں میں داخل ہونے والے جنتیوں کی کچھ مزید تفصیل اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:۔

مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ وہ خیمہ کے بڑھے ہوئے سبز فرشوں پر جو نہایت اعلیٰ ہوں گے اور خوبصورت ہوں گے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پس بتاؤ تو سہی کہ تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے؟

رَفْرَف۔ باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور بچھونے اور فرش بھی ہیں سبز رنگ کے باریک اعلیٰ قسم کے ریشمی کپڑے کے فرش اور بچھونے ہوں گے۔

عَبْقَرِیٌّ۔ عبقر یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں قالین، نمدے وغیرہ نہایت اعلیٰ درجہ کی خوبصورتی کے ساتھ بنائے جاتے ہیں۔ ہر چیز جو بڑی کاریگری سے بنائی گئی ہو، قوم کے سردار کو جو قابل ترین ہو اس کو بھی عبقری کہتے ہیں۔ گویا جنتیوں کے بچھونے اور فرش اعلیٰ درجہ کے ریشمی کپڑے کے ہوں گے اور بڑی مہارت سے خوبصورت نقش و نگار ان پر ہوں گے۔ مسلمانوں کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حکومتیں اور سرسبز و شاداب علاقے ملے تو بلا شبہ ظاہر میں بھی یہ نعمتیں نصیب ہوئیں اور روحانی طور پر بھی جنتوں میں یہ چیزیں نصیب ہوں گی۔ اور چونکہ یہ ہدایتِ آسمانی اور الہامِ الٰہی کو ماننے والے تھے اور اس کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے والے تھے اور ہر حالت میں انہوں نے تسلیم و رضا کو اپنا اصول بنائے رکھا اسلئے خدا کے حضور وہ ان سب برکتوں اور نعمتوں کے مستحق قرار پائے اور آئندہ بھی ایسے ہی لوگ خدا کی ان برکتوں کے مستحق ہوں گے جو آسمانی ہدایت، توحید اور خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھنے والے ہوں گے اور اسکی قدرتوں اور نعمتوں کے قدر کرنے والے اور احسانات کے شکر گزار ہوں گے۔ ان نعمتوں کی فراوانی اس کی رحمانیت کا ظہور ہے۔ کیا ان سب احسانات اور نوازشات اور نعمتوں کی موجودگی میں اس کی رحمانیت کا انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ:۔

تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ

وَالْاِکْرَامِ ○ تیرے جلال اور عزّت والے ربّ کا نام بڑی برکت والا ہے۔

جلال اور عظمت والی ہستی تو صرف خدا کی ہے جو برکتوں اور عزّتوں کا خزانہ اور سرچشمہ ہے۔ اس اعلان پر اس سورۃ کا اختتام کیا۔ شروع میں اَلرَّحْمٰن فرمایا تھا۔ اس کی رحمانیت کے تقاضے میں جو کچھ اس کائنات میں ظہور میں آیا اور انسان جیسی ہستی پیدا کی اور اس کی ہدایت و راہنمائی کے لئے سلسلۂ نبوّت و الہام جاری کیا اور تکمیلِ ہدایت کے لئے اور اعلیٰ درجہ کی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کے لئے کامل کتاب قرآن مجید اور کامل نبی حضرت رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور ان کے ذریعہ بھر برکتوں سے بھرپور ہدایات کا نزول فرمایا۔ ان سب کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی صحیح قدر پیدا ہو اور سچا جذبۂ شکر پیدا ہو اور خدائے ذوالجلال کے سامنے بندہ جھک جائے۔ جس کی قدرتوں نے، جس کی قدرتوں نے، جس کی بے انتہا اور بے مثال نوازشات نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ وہی اکیلا ہے جو جلال اور اکرام کا اصل مالک ہے اور وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسے ہر لحاظ سے اس کی ذات اور صفات میں یگانہ تسلیم کیا جائے اور اسی کی ہدایات کو جو القرآن کی صورت میں پیش کی گئی ہیں ان کو اپنی زندگی کا اصول بناؤ یہی تمہارے لئے عزّت و جلال اور برکتوں کے حصول کا موجب ہوگا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے

ایمان افروز کلمات طیّبات

(۱) "یاد رہے کہ گناہ کی رغبت کا جذام نہایت خطرناک جذام ہے اور یہ جذام کسی طرح دُور ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا کی زندہ معرفت کی تجلیات اور اس کی ہیبت اور عظمت اور قدرت کے نشان بارش کی طرح وارد نہ ہوں۔"

(چشمہ معرفت صـ۲۹۲)

(۲) "مَیں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا مگر مَیں اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ خدا جو ہمیشہ پوشیدہ چلا آیا ہے وہ اسلام کی پیروی سے اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت صـ۲۹۶)

(۳) "تمام راستبازوں کے تجربہ سے یہ فیصلہ شدہ بات ہے کہ خدا کو بجز خدا کی ہی تجلّی کے پا نہیں سکتے۔"

(چشمہ معرفت صـ۲۹۶)

درسُ الحَدیث

(۱) عَنْ اَبِیْ وَهْبٍ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ:۔ حضرت ابو وہبؓ صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کے نام نبیوں کے ناموں پر رکھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْنَی الْاَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمّٰی مَلِكَ الْاَمْلَاكِ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص نہایت مکروہ نام والا ہے جو اپنا نام "بادشاہوں کا بادشاہ" یا "سب چیزوں کا مالک" رکھتا ہے۔

تشریح:۔

ایسی احادیث نبویہؐ سے ثابت ہے کہ نام کا بھی اثر ہوتا ہے اسلئے بچوں کے اچھے نام رکھنے چاہئیں اور بطور تفاؤل انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے چاہئیں یا صفاتِ الٰہیہ کے مطابق نام تجویز کرنے چاہئیں نیز ہر ایسے نام سے اجتناب اختیار کرنا چاہیے جو اپنے معنے کے لحاظ سے بچے کے اخلاق اور خیالات پر برا اثر ڈالنے والا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم معیوب نام تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔

بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ نام میں کیا رکھا ہے؟ مگر بغور دیکھا جائے اور علم النفس کے اصول کو مدنظر رکھا جائے تو بچے کے نام کا اس کی تربیت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا اور برے یا بے معنے ناموں کے ترک کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

رسائل واخبارات پر ایک نظر

چند قابلِ توجّہ اور مُفید اقتباسات

(۱) ماہنامہ فکر و نظر لکھتا ہے:۔

"انسانی حقوق کا احترام مغربی تہذیب کا ایک عمدہ پہلو ہے مگر ہمارے ہاں لوگوں میں ٹریفک کے قواعد کی سوجھ بوجھ تک مفقود ہے اس کے باوجود لوگ اپنے آپ کو جدّت پسندی کا بہت بڑا مدعی خیال کرتے ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ لوگ جو ماڈرنیٹی، زمانے کے تقاضوں کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں۔ مغربی تہذیب کے بُرے اثرات کو اندھا دھند قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔"

(ماہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد۔ فروری ۱۹۷۷ء صفحہ ۶۱۴)

---

(۲) شیعی رسالہ پیامِ عمل لاہور نے لکھا ہے کہ:۔

"یہ بات ہر ایک کو معلوم ہو گی کہ مسلمانوں کی اکثریت نے خلفائے اسلام کو "اولی الامر" مانا اور ان کی اطاعت کو اطاعتِ خدا اور رسول ؐ کی طرح فرض قرار دیا۔ اس ذیل میں کسی درجہ تک "حق تشریع" بھی ان کے لئے تسلیم کر لیا گیا۔ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ جو خلفاء کا راستہ ہو وہ ٹھیک ہے مگر آج شیعوں کا ذکر نہیں جو اس خلافت کو کسی حیثیت سے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ جمہورِ مسلمین یعنی اہلسنّت خلافت کے دو حصّے قرار دیتے ہیں ایک "خلافتِ راشدہ" اور ایک غیر راشدہ جس کو "ملک عضوض" کہا جاتا ہے۔ عام طور پر حضرت علیؓ اور پھر امام حسنؑ کی خلافت جو معاویہ سے صلح کے قبل تک رہی خلافتِ راشدہ کی آخری حد مانی جاتی ہے۔ معاویہ اور پھر یزید اور دیگر خلفائے بنو امیہ دنیا میں سب خلفاء کہے جاتے ہیں۔ مگر غیر راشدین۔ یہ تفریق امام حسینؑ کے بے پناہ احتجاج اور مخصوص رنگ کے جہاد ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔"

(پیامِ عمل لاہور۔ مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۸)

---

(۳) شیعی رسالہ معارفِ اسلام لکھتا ہے کہ:۔

"جب تک منجانب اللہ امامؑ کا ظہور نہیں ہو جاتا تب تک دنیا اسی طرح گرتی پڑتی رہے گی کیونکہ ایک دنیا کا ایک نظام رائج کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔" (ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور جولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۵)

---

(۴) اہل سنت والجماعت کا رسالہ الحق لکھتا ہے کہ:۔

"آخر شیعوں کو یہ حق کس اصول کی بنا پر پہنچتا ہے کہ وہ ہماری دینی تعلیم میں دخیل ہوں [illegible]

ہمارے اور اُن کے مذہب میں بعد المشرقین بلکہ تناقض اور تضاد ہے یہاں تک کہ کلمہ میں بھی اتحاد نہیں۔ ہمارا کلمہ دوسرا اور اُن کا دوسرا۔"

(ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ فروری ۱۹۷۶ء ص۱۲)

---

(۵) المنیر کے ایڈیٹر صاحب نے عوامی حکومت پاکستان کی دینی خدمات کے سلسلہ میں لکھا کہ :۔

"مزید برآں عورتوں کو مردوں کے ساتھ اختلاط کی تحریک کو اس حد تک وسعت دی گئی کہ خادم حرمین شاہ خالد کا استقبال نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے عظیم انبوہ سے کرایا گیا۔ ان کا رقص سرِعام ہوا اور اس رقص کو کوریا کے ترتیب دہندگان کی محنت شاقہ سے تاریخ پاکستان بالخصوص "عوامی حکومت" کے پروپیگنڈے کا ذریعہ بنایا گیا۔"

(المنیر لائلپور۔ ۱۱؍مارچ ۱۹۷۷ء ص۳)

---

(۶) اقتباس از ایڈیٹوریل ہفت روزہ الاعتصام :۔

" ان کا وجود گرامی اسلام کی سراسر تنقیص، اور محرمات شرعیہ کا ارتکاب ان کا معمول ہے جن میں سے شراب نوشی کا اعتراف تو خود انھوں نے (جناب بھٹو صاحب نے) کیا ہے اور بے غیرتی و بے حمیتی کی انتہا ہے کہ گوجرانوالہ میں ان کے ماننے والوں نے سربازار شراب تقسیم کی اور پیپلز پارٹی والوں نے کھلے عام شربت کی طرح شراب نوشی کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

(رسالہ الاعتصام لاہور۔ ۴؍مارچ ۱۹۷۷ء ص۴)

---

(۷) معارف اسلام حالات حاضرہ کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"حالات سب کے سامنے ہیں۔ نہ صرف مسلمانان پاکستان کی اکثریت بلکہ کفار تو درکنار خود مسلمانان عالم کا اکثریت فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ خود غرضی تو ایک مرض عام ہے۔ حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی تمیز اٹھ چکی ہے۔ یہاں تک کہ عوام کی نمایاں اکثریت حصول دولت کے لئے ضابطوں کو نظر انداز کئے ہوئے سرگرداں ہے۔" (معارف اسلام لاہور۔ اگست ۱۹۷۶ء ص۴)

---

(۸) مدیر پیغام صلح نے شائع کیا ہے :۔

"جناب خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب راولپنڈی سے "پیغام صلح" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ پیغام صلح کا چندہ چھ روپے سے بڑھا کر پندرہ روپے سالانہ کر دیا گیا ہے لیکن اس میں مضامین چھ روپے کے بھی نہیں ہوتے جماعت کی تاریخ میں ایسا پھسپھسا اخبار کبھی شائع نہیں ہوا جیسا کہ اب ہو رہا ہے۔"

(ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ ۲۳؍فروری ۱۹۷۷ء ص۱)

---

(۹) مدیر صحیفہ اہلحدیث کراچی لکھتے ہیں :۔

"حافظ عنایت اللہ کی دلیری ملاحظہ فرمائیے کہ انھوں نے کتاب ترجمۃ القضاء کے ٹائیٹل پر آیت اس طرح لکھی ہے التی احصنت تزوجت فرجھا عن الحرام (انبیاء تحریم) یہ آیت قرآن شریف میں قطعاً نہیں ہے۔"

(پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی ۲۳؍فروری ۱۹۷۷ء ص۱۴)

حیاۃ ابی العطاءؔ

ماضی کی منتشر یادوں میں سے کچھ

انجمن اسلامیہ اکھنور (کشمیر) کے جلسہ میں علماء کی چپقلش

سنہ ۳۸-۱۹۳۷ء کی بات ہے کہ انجمن اسلامیہ اکھنور (ریاست جموں و کشمیر) نے اپنے سالانہ جلسے پر بہت سے علماء کو مدعو کیا انہوں نے اپنے طریق کے مطابق قادیان بھی درخواست بھیجی مرکز سلسلہ سے خاکسار اور مولوی محمد یار صاحب عارفؔ (سابق مبلغ انگلستان) کو وہاں بھیجا گیا۔ اراکین انجمن نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

باہر سے آنے والے علماء میں سے بعض نے اصرار کیا کہ احمدیوں کی تقاریر اس جلسہ میں نہ ہوں حالانکہ اس سے پیشتر ہر سال احمدی علماء انجمن اسلامیہ اکھنور کے جلسہ میں شمولیت کرتے اور تقاریر فرماتے تھے۔ اراکین انجمن نے ان علماء کی مخالفت کو سخت ناپسند کیا اور ان کی رائے یہی تھی کہ احمدی علماء کی تقاریر ضرور ہوں گی۔ جب ہم کو اس اختلاف کا علم ہوا تو میں نے صدر اور سیکرٹری صاحب سے علیحدگی میں گفتگو کی اور انھیں کہا کہ اس موقع پر کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔ اور کسی قسم کا اختلاف پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر علماء کو اصرار ہے کہ ہم لوگ تقریر نہ کریں تو ہمیں تقریر کرنے پر کوئی اصرار نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ یہ موقعہ مصالحت سے گزر جائے اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ ہماری تقاریر نہ رکھیں۔ ہماری خوشی اسی میں ہے۔ محترم صدر صاحب اور سیکرٹری صاحب نے اپنی مجلس عاملہ کا ذکر کیا کہ ہم لوگ تو آپ کی تقاریر ضرور کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں بار بار سمجھایا کہ اس موقعہ پر اختلاف کا اظہار نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہندو سکھ لوگ جو جلسہ میں بکثرت آتے ہیں اطلاع پا کر خوشی منائیں گے اور یہ بات اچھی نہیں ہے۔ بہرحال میں نے انھیں آخر کار اس پر رضامند کر لیا کہ ہماری تقاریر نہ رکھی جائیں

جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں ایک بات تو یہ ہوئی کہ ایک مولوی صاحب نے جو میانوالی کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ اپنی تقریر میں کہا کہ مسلمان بھائیو! تم اپنی لڑکیوں کو تعلیم مت دلاؤ اور اگر لڑکیوں کو تعلیم دلانی ہے تو کم از کم انھیں لکھنا مت سکھاؤ" تاکہ وہ ادھر ادھر خط نہ لکھ سکیں۔ ان کی اس بات کو سن کر مسلمان خواتین اور مسلمان مرد شرمندگی محسوس کرتے تھے کیونکہ اس

اجلاس میں ہندو عورتیں بھی بکثرت موجود تھیں اور ہندو اور سکھ مرد بھی موجود تھے۔ میری کرسی سٹیج پر صدر مجلس کے ساتھ تھی انھوں نے تقریر کرنے والے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ اپنے موضوع یعنی "تردید بدعات" کی طرف توجہ فرمائیں اور ایسی بات نہ کریں جس سے ہم شرمندہ ہوں۔ مسٹر اللہ رکھا صاحب ساغر صدر مجلس نے یہ بات نہایت نرمی سے مولوی صاحب کے گوش گزار کی مگر مولوی صاحب اسے سُن کر سخت برافروختہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ آج کل داڑھی مونڈے لوگوں کو صدر بنا دیا جاتا ہے حالانکہ اگر حضرت عمرؓ کا وقت ہوتا تو رسول اللہؐ کی مخالفت کرنے والے ان لوگوں کا تلوار سے فیصلہ کیا جاتا۔ مولوی صاحب نے واقعہ سنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک یہودی اور ایک منافق کا لین دین پر جھگڑا ہوا۔ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ حضورؐ نے حالات سُن کر فیصلہ یہودی کے حق میں فرمایا۔ اس پر منافق یہودی کو حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا اور کہا کہ ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ یہودی نے پہنچتے ہی حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس معاملہ کا فیصلہ آپ کے نبیؐ میرے حق میں فرما چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ اندر گئے اور تلوار نکال لائے اور منافق کا سر اڑا دیا اور کہا جو رسول اللہؐ کا فیصلہ نہیں مانتا اس کا یہ انجام ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے یہ کہانی سنا کر کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ صدر صاحب داڑھی منڈوا کر صدر بنے بیٹھے ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ کا دور ہوتا تو ان کا انجام بھی وہی ہوتا جو اس منافق کا ہوا تھا۔ اس پر مجلس میں سخت برہمی پیدا ہو گئی اور مولوی صاحب کو چپ کرا دیا گیا۔ صدر مجلس کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہمارے علماء کو نہ صحیح علم دین

ہے اور نہ ہی بات کرنے کا سلیقہ ہے ان علماء نے مسلمانوں کی لُٹیا ڈبو دی ہے ترکی میں کمال اتاترک نے نہایت دانشمندی سے ایسے علماء سے اپنے ملک کو نجات دی اور انھیں جہاز میں بٹھا کر سمندر کی تہہ میں پہنچا دیا۔ ضرورت ہے کہ ہمارے ملک میں بھی کوئی کمال اتاترک پیدا ہو اور قوم کو ان جاہل اور بے سمجھ مولویوں سے نجات دلائے۔ اس پر یہ اجلاس برخواست ہو گیا اور عشاء کے بعد کے اجلاس کا اعلان کیا گیا۔

دوسرے اجلاس میں ستکوہا ضلع گورداسپور کے ایک مشہور اور طلّاق لسان مولوی صاحب کے نوجوان بیٹے تقریر کرنے والے تھے۔ انھوں نے تقریر سے پہلے مجھے کہا کہ میں اب گزشتہ اجلاس کے صدارتی رویہ کا بدلہ لوں گا۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ آپ لوگ موقعہ کی نزاکت کو سمجھیں موضوع کے اندر رہ کر تقاریر کریں اور اس جھگڑے کو ختم کریں۔ مگر وہ نوجوان مولوی صاحب اپنی بات پر مُصر رہے۔ جلسہ شروع ہوا اور خوش الحان نوجوان مولوی صاحب نے مثنوی کے اشعار پڑھنے کے بعد تقریر کا آغاز یوں کیا۔ کہ میں پٹنہ سے آ رہا ہوں اور میں نے راستے میں متعدد بڑے شہروں کے جلسوں میں شرکت کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ ہر جگہ علماء دین کی بے عزتی کی جا رہی ہے اور ان کے وقار کو صدمہ پہنچایا جا رہا ہے۔ پھر تاریخی طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ بات ہمارے ملک میں پچاس سال سے جاری ہے۔ پچاس سال سے علماء کے ساتھ یہی سلوک کیا جا رہا ہے۔ جو قوم اپنے علماء کے ساتھ یہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہو وہ کس طرح ترقی کر سکتی ہے۔ پھر انھوں نے اجلاس اوّل کے واقعہ پر شدید تنقید کی اور نتیجۃً صدر مجلس کو بھی انھیں روکنا پڑا۔ وہ جب میرے پاس والی کرسی پر بیٹھے

تو کہنے لگے کہ دیکھا ئیں نے کیسا بدلہ لیا ہے؟ ئیں نے کہا کہ آپ نے اچھا نہیں کیا لیکن ایک بات کی طرف ئیں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ پچاس سال سے علماء کی توہین ہو رہی ہے۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس وقت اپنا یہ الہام شائع کر دیا تھا:۔

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

اس پر انھوں نے مجھے کہا کہ آپ لوگوں کو ہر وقت اپنی تبلیغ کی ہی سوجھتی ہے۔

نوٹ: الفرقان کے اس شمارہ میں للنبر سے تا ترک کے سلسلہ میں جو اقتباس نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی قابل توجہ ہے۔

○

الفرقان کا ٹیلیفون نمبر

احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ الفرقان کا

فون نمبر ۶۹۲ ہے

مگر کسی فنی خرابی کے باعث یہ نمبر ان دنوں کام نہیں کر رہا۔ درست کیا جا رہا ہے تا اطلاع ثانی مقامی احباب ۶۹۴ پر بات کر سکتے ہیں اور ٹرنک کال والے دوست مقامی ایکسچینج سے کام کرنے والا نمبر ملانے کے لئے درخواست کیا کریں۔ امید ہے کہ جلد ہی یہ نقص دور ہو جائے گا۔

(منیجر الفرقان ربوہ)

○

آپ معاونین خصوصی میں شمولیت فرمائیں

پاکستان کے جو دوست یکمشت یکصد روپے ارسال فرمائیں گے وہ پانچ سال تک رسالہ کے معاون خصوصی شمار ہوں گے۔ انھیں پانچ سال تک رسالہ بھی ملتا رہے گا۔ ان کے لئے دعا کی تحریک بھی ہوتی رہے گی۔

بیرونی خریدار بھی مقررہ سالانہ چندہ کا پانچ گنا یک دفعہ بھیج کر پانچسالہ معاونین خصوصی میں شمولیت فرما سکتے ہیں۔

خاکسار۔ ابوالعطاء جالندھری
ایڈیٹر و مالک رسالہ الفرقان

خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

خالص ادویہ، مناسب قیمتوں کے لئے مشہور ہے

امراض کے علاج کے لئے اس کی طرف رجوع فرمائیں

○

ٹیلیفون

۵۲۸

ہر قسم کا سامان سائنس
واجبی نرخوں پر خریدنے کیلئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور
گنپت روڈ لاہور
کو یاد رکھیں

ٹیلیفون نمبر
۶۲۵۰۰

مطب مشہور دواخانہ

اپنی جملہ طبّی ضروریات اور طبّی مشورہ کے لئے ہمارے شفاخانہ اور مطب کی طرف رجوع کریں۔

اوقات: صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک، شام ۴ بجے سے ۸ بجے تک ہیں۔

باہر کے احباب مفصّل حالات بیماری لکھ کر مشورہ حاصل کر سکتے ہیں

حکیم عبد الحمید ابن حکیم نظام جان مرحوم
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ: فون: ۲۸۴۴

الفضل ربوہ
روزنامہ

ہمارا، آپ کا اور سب کا اخبار

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور خطبات علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ممالک میں جماعت کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شامل ہوتی ہیں آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے۔

منیجر
(الفضل ربوہ)

اسلام کی روزافزوں ترقی کا آئینہ دار

تحریک جدید ربوہ

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی مطالعہ کے لئے دیں۔

ایڈیٹر
نورالدین منیر

سالانہ چندہ ——— پانچ روپے

ہر قسم کا

کاغذ بکس بورڈ اور گتہ

بارعایت خریدنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں!

اور دعا فرمائیں

مقبول پیپر مارٹ

گنپت روڈ لاہور : فون : ۶۳۸۴۹

گھر : ملک عبداللطیف سنکرہی : فون : ۶۲۵۱۶

الفردوس شال مرچنٹ

ہمارے ہاں ہر قسم کی گرم کشمیری کامدار شالیں، زنانہ و مردانہ دھسے اور گرم سمر ینہ تھوک پرچون۔ واجبی داموں پر دستیاب ہیں۔ نیز ریڈی میڈ کرتے، شلواریں، سوٹ وغیرہ بھی ہر قسم کے مل سکتے ہیں

الفردوس شال مرچنٹ

۸۵۔ انار کلی۔ لاہور

پیشینٹ پرانی لاعلاج امراض کے تیر بہدف نسخے

حاصل کرنے کے لئے دس پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر کیوریٹو لٹریچر (Carative Literature) مفت حاصل کریں

- خصوصاً مندرجہ ذیل تکالیف کے کیورز (Cures) کی تفصیل آپ کے لئے از حد مفید اور دلچسپ ہوگی:۔
- چہرہ، چھاتی اور پیٹھ وغیرہ پر جوانی کے کیل اور پھنسیاں وغیرہ — (1) ACNE.
- دمہ، ضیق النفس، سانس کی تنگی وغیرہ — (4.) ASTHMA.
- نزلہ حلق پر گرتا ہو۔ گلے یا چھاتی سے بلغم کا آنا۔ ریشہ پیدا ہونا وغیرہ — (9.) CATARRH.
- پرانا زکام، ناک سے مواد زیادہ آئے۔ چھینکیں وغیرہ — (11) COLD.
- قد چھوٹا ہونا، نشوونما کی کمی۔ بونا پن پچیس سال کی عمر تک — (18) DWARFISHNES.

کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ (ڈاکٹر راجہ ہومیو) لاہور، کراچی، ربوہ

فون ۶۰۷ — ۶۰۱

مکتبہ الفرقان کی مفید کتابیں

- ربوہ سے تل ابیب تک پر تبصرہ (مولوی محمد یوسف صاحب بنوری کی کتاب کا جواب ہے) از صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔ قیمت ۵۰/ روپے
- میرا دین: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے " ۲۵ پیسے
- نبراس المومنین: سو احادیث نبویہ کا با ترجمہ انتخاب " ۷۵ "
- تحریری مناظرہ: الوہیت مسیح پر پادری عبد الحق سے مناظرہ " ۲ روپے
- مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے: انگریزی پمفلٹ " ۲۵ پیسے
- بہائی شریعت: مع ترجمہ اور اس پر تبصرہ " ۲ روپے
- مناظرہ مہت پور: (شیعہ علماء سے تحریری مباحثہ) " ۲ "

محصولڈاک بذمہ خریدار

مینیجر مکتبہ الفرقان گول بازار ربوہ

الفرقان کے نئے دور کا سالانہ اشتراک

پاکستان	پندرہ روپے
انگلستان و یورپین ممالک (بحری ڈاک)	" ۶۵
امریکہ، کینیڈا، ٹرینیڈاڈ "	" ۶۵
انڈونیشیا۔ امارات عربیہ "	" ۵۵
بھارت، بنگلہ دیش اور فجی "	" ۶۵

انگلستان اور یورپین ممالک (ہوائی ڈاک)	۱۰۰ روپے
امریکہ، کینیڈا، ٹرینیڈاڈ "	" ۱۸۰
انڈونیشیا۔ امارات عربیہ "	" ۱۰۰
فجی "	" ۱۹۰
بھارت، بنگلہ دیش "	" ۱۹۰

نوٹ:

(۱) بیرونی ممالک کے رسالے عند الضرورت بصیغہ رجسٹری بھجوائے جائیں گے

(۲) چندہ بذریعہ منی آرڈر، بینک چیک یا ڈرافٹ یا رقعہ امانت بنام مینیجر الفرقان بھجوائیں۔

مینیجر الفرقان ربوہ

• پبلشر: ابوالعطاء جالندھری • پرنٹر: سید عبد الحی • مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ • مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Shezan
Peach Jam
HOT KETCHUP
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

MARCH 1977 **Regd. No. L 5708**

آپ

اپنی ضروریات کے لئے

میسرز بشیر اینڈ کمپنی

کی خدمات حاصل کریں

◄ ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز ►

گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری ، ریلوے ، ٹیلیگراف اور
ٹیلیفون ، واپڈا اور دوسرے

ڈپار کنندگان ہارڈویر ۔ تعمیری میٹیریل ۔ ہر قسم کا جوڑ والا اور بغیر جوڑ
کا پائپ ۔ ٹیوب ۔ کھمبے ۔ کاسٹ آئرن ۔ اس سے متعلقہ ہر قسم
کا سامان۔ . . .

سٹاکسٹ اینڈ سپلائرز آئرن اینڈ اسٹیل ۔ جی ، آئی شیٹ ۔ پلیٹ (چادر) ۔ کنڈے
والی تار ۔ ہر قسم کا میٹل ۔ زنک ۔ لیڈ ۔ ٹین ۔ کالپہ
اور پلمبنگ کا ہر قسم کا سامان . . .

ہیڈ آفس :

حمید منزل نمبر ۸۹ انارکلی لاہور (فون ۵۲۷۸۳)

برانچیں :

لوہا مارکیٹ ، لاہور

77, KMC گارڈن مارکیٹ ، لارنس روڈ ، کراچی

(فون ۷۸۵۶۴)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔